الیس اللہ بکاف عبدہٗ مرزا غلام احمدؐ | Reg. No. L. CCLXXXVIII | مسیح وقت مہدی ہم مجدد بر این صد

سعہ ضمیمہ درس قرآن — پیشگی چار روپے

جلد ۱۰ — ۲۵ - جمادی الاول ۱۳۲۹ھ علی صاحبہا التحیۃ والسلام مطابق ۲۵ - مئی ۱۹۱۱ء مطابق ۱۲ جیٹھ سمت ۶۹ — نمبر ۳۰

بھائیو! اگر قادیان آؤ گے تم | اڈیٹر محمد صادق عفی اللہ عنہٗ | نورِ دینِ مصطفےٰ پاؤ گے تم

دس شرائط بیعت

اوّل - یہ کہ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جاوے شرک سے مجتنب رہیگا۔ دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور فسق و فجور اور ظلم و خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہ ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔ سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا۔ اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔ چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے اور نہ کسی اور طرح سے۔ پنجم یہ کہ ہر حال رنج و راحت۔ عسر اور یسر اور نعمت و بلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں طیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہ پھیریگا بلکہ قدم آگے بڑھائیگا۔ ششم یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجاویگا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کرلیگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ دستور العمل قرار دیگا۔ ہفتم یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔ ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھیگا۔ نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہیگا۔ اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور ناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو ÷

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم

آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست

آں رسولے کش محمد ہست نام
دامنِ پاکش بدست ما مدام

مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیراب آنکہ ہست

آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اقتدائے قول او در جانِ ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمانِ ماست

از ملائک و از خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل ربّ العباد

آں ہمہ از حضرت احدیّت است
منکر آں مستحق لعنت است

معجزاتِ او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعنِ خداست

معجزاتِ انبیاء سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین

بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست

یک قدم دوری ازاں عالی جناب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

دستور العمل

عام قیمت پیشگی سالانہ بلا ضمیمہ عہ مع ضمیمہ درس قرآن مجید پیشگی للعہ بغیر وصول قیمت پیشگی کسی صاحب کے نام اخبار جاری نہیں ہو سکتا خط و کتابت کیواسطے جوابی کارڈ آنا چاہیئے ورنہ جواب سے جواب۔ رسید اخبار میں چھاپی جاویگی علیحدہ رسید نہ ہوگی۔ البتہ جو صاحب قادیان میں دستی قیمت ادا کریں ان کو بہر حال رسید حاصل کرنی چاہیئے اگر چار ہفتہ تک رسید نہ چھپے۔ تو خط لکھ کر دریافت کرنا چاہیئے۔ تمام ترسیل زر بنام میاں معراج الدین عمر۔ پروپرائٹر قادیان ضلع گورداسپور ہونی چاہیئے۔

مینجر بدر۔

وہ الفاظ جن میں حضرت اقدس مسیح موعود بیعت لیتے تھے۔ ہاتھ میں ہاتھ دیکر آپ فرماتے جاتے ہیں اور طالب تکرار کرتا جاتا تھا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ - ۳ بار۔ آج میں احمدؑ کے ہاتھ پر ان تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جنمیں میں گرفتار تھا اور میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے ان تمام گناہوں سے بچتا رہونگا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ ۳ بار۔ رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ آمین۔ اس کے بعد آپ معہ حاضرین مجلس بیعت کنندہ اور اس کے متعلقین کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المہدی والمسیح مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ یہ الفاظ پڑھاتے ہیں۔ آج میں نور الدین کے ہاتھ پر ان تمام شرائط کے ساتھ بیعت کرتا ہوں جن شرائط سے حضرت مسیح موعود بیعت لیا کرتے تھے اور نیز اقرار کرتا ہوں کہ خصوصیت سے قرآن شریف اور احادیث کے پڑھنے اور سننے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرونگا اور اشاعت اسلام میں جان و مال سے بقدر وسعت و طاقت کمربستہ رہونگا۔ اور انتظام زکوٰۃ بہت احتیاط سے کرونگا اور باہمی اخوان میں رشتۂ محبت کے قائم کرنے میں سعی کرونگا ÷

(مطبع بدر پریس قادیان میں میاں معراج الدین عمر پروپرائٹر و پرنٹر و پبلشر کے حکم سے چھپکر شائع ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مبارک! مبارک!! مبارک!!!

مبارک!

الحمد للہ ثم الحمد للہ

کہ ہمارے ہادی و راہنما اور پیشوا مسیح موعود کے جانشین حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے چھ ماہ سے زائد عرصہ کی لمبی علالت کے بعد آج ۱۹ مئی کو پہلی دفعہ مسجد اقصیٰ میں جا کر خطبہ نماز جمعہ پڑھا۔ اور نماز پڑھائی اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ وجود باجود دوبارہ ہمیں عطا فرمایا اور ہمیں پھر حضرت خلیفۃ المسیح کی زبان مبارک سے خطبہ جمعہ سننے کا موقعہ عطا فرمایا ہے۔ قوم کے واسطے یہ بڑی خوشی کا دن ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے کانے دجال کو جھوٹا ثابت کیا اور اپنے بندے کو صحت عطا فرمائی۔ حضرت کی علالت کے ایام میں ہم بدر کی باقاعدہ اشاعت کو باوجود بعض مشکلات کے بہت کوشش سے نبھاتے رہے ہیں تاکہ احباب کو کسی طرح سے تشویش نہ ہو اور اب آئندہ حضرت صاحب کی صحت کے متعلق خصوصیت سے کوئی سرخی قائم کرنیکی ضرورت نہیں۔ ہمعصر الحکم نے اس خوشی میں ایک غیر معمولی پرچہ شائع کیا ہے۔ جس کا مضمون بمعہ خطبہ درج ذیل ہے۔

۱۹ مئی سنہ ۱۹۱۱ء۔ کا جمعہ احمدی سلسلہ کی تاریخ میں اسی طرح یادگار رہے گا جس طرح ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء کا جمعہ۔ ۱۸ نومبر کا جمعہ وہ تھا۔ جس روز حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی اپنے سید و مولا آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے ماتحت گھوڑے سے گرے اور جس واقعہ نے صرف احمدی قوم کو بلکہ ان تمام لوگوں کو جو حضرت خلیفۃ المسیح کی نافع الناس شخصیت سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک سخت کرب اور غم میں ڈالدیا تشویش اور بھی بڑھ گئی۔ جبکہ حضرت کی صحت یوماً فیوماً معرض خطرہ میں پڑنے لگی ان حالات کے درمیان پٹیالہ کے کانے دجال کی پیشگوئی پر عام طبیعتوں کا متوجہ ہونا کوئی بڑی بات نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء کو مرتد ڈاکٹر کا کذب ثابت کر دیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کو احمدی قوم کی تربیت اور عوام کی فیض رسانی کے لئے زندہ رکھا اور اس کلیۂ کو ثابت کر دکھایا۔ اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ غرض یہ سلسلہ علالت کا مختلف رنگوں میں بڑھتا رہا اس کے حالات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔ آج ۱۹ مئی سنہ ۱۹۱۱ء احمدی قوم کے لئے خصوصاً عید کا دن تھا۔ مستعرف یوم الجمعۃ والعید اقرب کی وحی کی صداقت دوسرے رنگ میں نظر آتی تھی جمعہ کا دن یوم العید کہلاتا ہے اور ہمارے لئے آج دوہری عید تھی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارا امام پھر مسجد اقصیٰ میں آیا اور اٹھکر امام ہو کر نماز جمعہ پڑھائی۔ ساکنین دارالامان کی خوشی کا اندازہ ناممکن ہے۔ مسجد اقصےٰ اس وقت برکات اور تجلیات کا مورد ہو رہی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے منبر پر کھڑے ہو کر جو خطبہ پڑھا وہ ذیل میں درج ہے اس مبارک تقریب پر مکرم بھائی ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب پنشنر میڈیکل ایڈوائزر صدر انجمن معالج حضرت خلیفۃ المسیح نے بڑے جوش سے صدقات کی تحریک کی اور دس روپے پیش کر کے عام تحریک کے لئے ایڈیٹر الحکم کو متوجہ کیا جس کیلئے اسیوقت اعلان کر دیا گیا اور چاہا کہ قوم کثرت سے قربانیاں کی جاویں کہ اللہ تعالےٰ نے اسکے امام مقتدا کو ایسی صحت عطا فرمائی کہ وہ انکی روحانی تربیت و تعلیم کے لئے پھر اسی مقام برکات پر کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و من سے پھر نوازا۔ میں اس مبارک تقریب پر تمام قوم کو مبارکباد دیتا ہوں اور یہ موقعہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کو مبارکباد دیں کیونکہ ہمارے لئے یہ دن عید سے کم نہیں اور ہمارا ہلال عید چھ ماہ کے بعد طلوع ہوا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح منبر پر چڑھے تو بے اختیار میری زبان سے نکلا۔ طلع علینا البدر من ثنیۃ الوداع۔ جو حضرت مسیح موعود کا الہام تھا وہ آج پورا ہوا۔ غرض خدا کا شکر ہے کہ ہمیں اپنے امام کے منہ سے پھر خطبہ سننے کا موقعہ ملا اب میں اس خطبہ کو درج کرنے سے پہلے ان لوگوں کو خطاب کر کے کہنا چاہتا ہوں جو ہمیشہ اس سلسلہ کی دشمنی میں بد خبروں کے سننے اور شائع کرنیکے خواہشمند رہتے ہیں کہ کیا تم ابھی سبق نہ لوگے؟ کب تک اپنی دریدہ دہنیوں اور بے حیائیوں پر اصرار کرتے رہوگے۔ تھوڑے ہی نہیں نشان جو دکھائے گئے تمہیں۔ پھر بھی اس نشان کو دیکھو کہ وہ جس کے مرنے کی پیشگوئیاں کیجاتی تھیں آج خدا کے فضل سے پھر مسجد میں خطبہ پڑھ رہا ہے اور اپنی قوم کو خدا کے نشانات کا معائنہ کرا رہا ہے۔ حق کے مخالفو! یاد رکھو خدا کی باتیں کبھی ٹلتی نہیں درمیانی ابتلا اسلئے ہوتے ہیں کہ دوستوں کے ایمان بڑھیں اور دشمن بدگمان شقاوت میں ترقی کر کے ہلاک ہوں اپنی زبان قلم اور قلم زبان سے ان دنوں کے نزدیک کئیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عبرت کے لئے دور دراز کر دیئے تھے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ثم الحمد للہ الذی عافا امامنا وجعل دعائنا سامع

اللھم دافعہم وشماتۃ الاعداء وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وصفیہ وخاتم انبیائہ محمد و آلہ و خلفائہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا پہلا خطبہ بعد علالت

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ اما بعد۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ الآیۃ۔ چھ مہینے گذر گئے ہیں ساتواں شروع ہے جو مجھ پر یہ زمانہ ملا ہے ان چھ ماہ میں خوب تجربہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کے کام نہیں آتا میرے دوستوں نے بڑے زور لگائے خدمتیں اور خدمتیں کیں مگر میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہ زخم ہے (ہاتھ لگا کر دکھایا ایڈیٹر) بارہا آواز آئی کہ اب دنوں میں اچھا ہو جاویگا۔ چار دن یا چھ دن میں اچھا ہو جاویگا۔ مگر چلتا ہی ہے۔ میں نے بہت ہی غور کیا ہے کہ خدا کے فضل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ میں اپنے یقین اور تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ اللہ کو اپنا بناؤ جب وہ ہمارا ہو جاویگا تو سب کچھ ہمارا ہی ہے اور وہ تقویٰ اور صرف تقویٰ سے اپنا بنتا ہے اس لئے اگر چاہتے ہو کہ اللہ تمہارا ہو جاوے تو تم تقویٰ اختیار کرو تقویٰ ایسی دولت ہے کہ اس سے بڑی بڑی مرادیں حاصل ہوتی ہیں ہر شخص کی فطرت میں ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کوئی اس کے ساتھ ہو اور وہ عظیم الشان ہو متقی کیلئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ان اللہ مع المتقین پس اللہ کی معیت سے بڑھکر اور کیا چاہیئے؟ پھر ہر شخص کی فطرت میں ہے کہ کوئی عظیم الشان اس سے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ متقی سے آپ محبت کرتا ہے جیسا کہ فرمایا یحب المتقین جو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاوے اوسے کسی اور کی حاجت کیا؟

پھر ہر شخص کو ضرورت ہے کہ اسے رزق ملے اور وہ کھانے پینے دوا علاج اور تیمار دار۔ غرض بہت سی ضروریات کا محتاج ہو مگر اللہ متقی کو بشارت دیتا ہے۔ ویرزقہ من حیث لا یحتسب متقی کو ایسے طریق پر رزق ملتا ہے جو اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا پھر انسان مشکلات میں پھنستا ہے اور ان سے نجات اور رہائی چاہتا ہے متقی کو ایسی مشکلات سے وہ آپ نجات بخشتا ہے۔ یجعل لہ مخرجا۔ ہر قسم کی تنگی سے وہ آپ نجات دیتا ہے یہ متقی کی شان ہے پھر اللہ تعالیٰ متقی کو آپ پڑھا دیتا ہے اگرچہ ہمارے ایک دوست ان معنوں کو پسند نہیں کرتے مگر میں نے غور کیا ہے تو یہ بالکل درست ہے۔ واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ۔ پھر ہر قسم کے دکھوں کو سکھوں سے تبدیل کر دیتا ہے۔ یجعل لہ من امرہ یسرا پھر جب متقی انسان ان ثمرات کو پاتا ہے تو میرے دوستو اب کے تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے۔ رزق کیلئے تنگی سے بچنے کیلئے تقویٰ کرو۔ سکھ کیلئے تقویٰ کرو محبت چاہتے ہو تقویٰ کرو میں پھر کہتا ہوں تقویٰ کرو۔ تقویٰ سے خدا کی محبت ملتی ہے وہ اللہ کا محبوب بنا دیتا ہے دکھوں سے نکال کر سکھوں کا وارث بنا دیتا ہے علوم صحیحہ اسکے ذریعے ملتے ہیں میں نے اس بیماری میں بڑے تجربے کئے ہیں اور ان سب تجربوں کے بعد کہتا ہوں کہ اللہ کے ہو جاؤ اللہ کے سوا کوئی کسی کا نہیں ہیں اب زیادہ کھڑا نہیں ہو سکتا یہ میری وصیت ہے۔ مجھے آنے میں بھی تکلیف ہوئی ہے پس تقویٰ کرو۔ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ مومن کو چاہیئے کہ جو کام کرے اس کے انجام کو پہلے سوچ لے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا انسان غضب سے قتل کر دیتا ہے گالی نکالتا ہے مگر وہ سوچے کہ اس کا انجام کیا ہوگا اس اصل کو مد نظر رکھے تو تقوے کے طریق پر قدم مارنے کی توفیق ملیگی۔ نتائج کا خیال کیونکر پیدا ہو اس لئے اس بات پر ایمان رکھے کہ واللہ خبیر بما تعملون۔ جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اسکی خبر ہے انسان اگر یہ یقین کرے کہ کوئی خبیر علیم بادشاہ ہے جو ہر قسم کی بدکاری۔ دغا۔ فریب۔ رشوت اور کاہلی کو دیکھتا ہے اس کا بدلہ دیگا تو وہ بچ سکتا ہے ایسا ایمان پیدا کرو۔ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے فرائض نوکری۔ حرفہ۔ مزدوری وغیرہ میں سستی کرتے ہیں ایسا کرنے سے رزق حلال نہیں رہتا۔ اللہ سب کو تقوے کی توفیق دے۔ اب میں اس سے زیادہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ دوسرے خطبہ میں من شرور انفسنا پر فرمایا کہ انسان کو جو دکھ اور مصیبتیں آتی ہیں اسکی اپنی ہی خطاؤں کا نتیجہ ہوتی ہیں ✣

النبوّة بعد نبیّنا سیّدنا محمّدؐ خاتم النبیّین

اھدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم

اسمین ہمین یہ سکھایا گیا ہے کہ خداوند کریم سے ہم وہ انعامات طلب کرین جو کہ اس نے اپنے پہلے منعم علیہم بندون پر کئے ہین اب ہمین یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ انعامات کیا ہین اور وہ منعم علیہم کون ہین۔ منعم علیہم کا پتہ تو آیت ذیل سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی الّتی انعمت علیکم اور جس سے انعام کا پتہ ملتا ہے وہ یہ ہے۔ واذ قال موسیٰ لقومہ اذکروا نعمة اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکاً الخ

قوم مین سے انبیاء کا مبعوث ہونا اور بادشاہ بنناضروری ہُوا۔

یہان پر ایک سوال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور اس زمانہ سے پہلے اس اُمّت محمّدیہ مین بادشاہ تو ضرور ہوئے ہین پر نبوّت کا دعوےٰ کسی نے نہین کیا اور اس زمانہ مین ایک مدعی نے نبوّت کا دعوےٰ تو کیا؟ اسلامی بادشاہت نہائت ضعف مین ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت مین یہ دعا دو امر کی مقتضی ہے اور اب تک کسی زمانہ مین یہ دونون امر مجتمع نہین پائے گئے۔

اس سے پہلے کہ ہم اس کا جواب دین پہلے یہ بتانا ضروری خیال کرتے ہین کہ یہان پر یہ بتا دین۔ کہ نبوّت کس کو کہتے ہین۔ یہ عبرانی اور عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنے ہیں اللہ کریم سے خبر پانا۔ اور اس کے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہونا۔

اس مین شک نہین کہ ہر ایک انعام اسی وقت انعام بنتا ہے کہ اسکی ضرورت بھی ہو اور اگر ضرورت نہ ہو تو پھر وہ لغو یا مضر ہوتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس قدر انعام بڑا ہوتا ہے اسی قدر اس کے لئے اشد ضرورت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس مین بھی شک نہین کہ اہل اسلام کو جسمانی زندگی اور رُوحانی زندگی کی ضرورت ہے اور اوّل ابدان۔ اموال۔ اعراض کی حفاظت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور دوسری عقائد۔ اعمال۔ اخلاق کی حفاظت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ حیات جسمانی کے لئے جن تین چیزون کی ضرورت ہے (یعنی ابدان اموال۔ اعراض) ان کی حفاظت سلطنت ہی کے ساتھ ہوتی ہے اور جن کی حفاظت حیات رُوحانی مین ضروری ہے (یعنی عقائد اعمال۔ اخلاق) اُنکی حفاظت نبوّت کے ساتھ ہوتی ہے۔

پہلے زمانہ مین چونکہ ابدان۔ اموال اور اعراض پر بیرونی حملے تھے اور ان تین چیزون کی حفاظت کی اشد ضرورت پڑی ہوئی تھی۔ لہٰذا اس زمانہ مین خداوند کریم نے ان دو امرون سے وہ امر عنایت فرمایا۔ جو کہ ابدان۔ اموال اور اعراض کی حفاظت کا کافی ذریعہ ہے اور وہ سلطنت ہے اور عقائد اعمال اخلاق کی حفاظت بھی ضروری چیز ہے۔ پر اس زمانہ مین ان کا چندان خطرہ نہ تھا لہٰذا اس زمانہ مین وہ امر انعام نہ کیا۔ جو کہ عقائد۔ اعمال۔ اخلاق کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور یہ وہ اعلےٰ درجہ کا مکالمہ اٰلہیہ ہے جسکو نبوّت کہتے ہین اور اس آخری زمانہ مین معاملہ بالکل برعکس ہے یعنے ابدان۔ اموال اعراض پر تو چندان حملہ نہین کہ جن کی حفاظت کی اشد ضرورت ہوتی اور اسکی وجہ سے وہ مقتدر سلطنت انعام ہوتی جو کہ ان تین اُمور کی حفاظت کے لئے کامل ذریعہ ہے لیکن چونکہ اس زمانہ مین عقائد۔ اعمال اور اخلاق پر ایک طوفان آیا ہوا ہے جس کی کہ نبی کریمؐ کے زمانہ کے بعد نظیر نظر نہین آتی لہٰذا ان کی حفاظت کے لئے خداوند کریم نے اس زمانہ مین وہ امر انعام کیا۔ جو کہ ان کی حفاظت کا کافی ذریعہ ہے اور وہ نبوّت ہے پس چونکہ پہلے زمانہ مین سلطنت کی سخت ضرورة تھی لہٰذا وہ اعلیٰ درجہ کی دی اور نبوّت کی اشد ضرورت نہ تھی۔ تو اگرچہ الہام سے بعض بندون کو بھی کم و بیش مشرف بھی کیا پر نبوّت کا انعام کیا اور اس زمانہ مین چونکہ نبوّت کی اشد ضرورت تھی لہٰذا وہ انعام فرمائی لیکن سلطنت کی چونکہ اشد ضرورت نہ تھی لہٰذا وہ اعلےٰ درجہ کی عنایت نہین کی۔ یہی وجہ ہے کہ جن پہلے منعم علیہم کے طرز کا انعام مانگنے کا ہمین حکم کیا گیا ان کے ساتھ بھی ایسا ہُوا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ ولایت اور نبوّت مین قلت و کثرت کا اور قوّت وضعف کا فرق ہے۔

(۲) یا بنی اٰدم اما یاتینّکم رُسُلٌ منکم یقصّون علیکم اٰیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوفٌ علیہم ولا ھم یحزنون

اس مین تو شک نہین کہ اس آیۃ کریمہ مین بنی آدم کو مخاطب کیا گیا ہے اور نہ یہ آدم کے قصہ مین ہے اور نہ نبی کریم سے پہلے لوگون کے قصہ مین آئی ہے تا اس سے آدم کے بیٹے یا کوئی اور پہلے بنی آدم مراد ہوتے بلکہ ضرور اس کے مخاطب وہی ہین (بنی آدم) جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بلکہ اس آیت کے نزول کے وقت مین موجود تھے یا اس کے بعد قیامت تک ہونگے تو جب اس آیت کے نزول کے وقت سے لیکر قیامت تک کے لوگ مخاطب ہوئے اور ان مخاطبون کو اس آیۃ مین پوری تصریح کے ساتھ سوائے کسی خفا اور تاویل وغیرہ کے یہ کہا کہ اگر تم مین سے (نہ باہر سے) آئندہ زمانہ مین رسول آئین جو تم پر میری آیتین پڑھین پس جو تقوےٰ اور اصلاح کرین گے ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمناک ہونگے پس اس کے منطوق سے اور بطور نص یہ ثابت ہوا کہ اس آیۃ کے نزول کے بعد کے لوگون مین رسول بلکہ بہت سے رسول آئین گے یا کم از کم آ سکتے ہین۔

(۳) فلمّا بلغ اشدّہ واستوی اٰتیناہ حکماً وعلماً وکذالک نجزی المحسنین۔

یہ آیۃ کریمہ قرآن مجید مین دو دفعہ آئی ہے ایک تو حضرت موسیٰ کے حق مین آئی اور دوم حضرت یوسفؑ کی نسبت وارد ہوئی ہے۔

جسمین یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے انکو حکمت اور علم دیا ہے جو کہ نبوّت کو بھی شامل ہین اور پھر بتایا ہے کہ یہ اس لئے ان کو دئے ہین کہ وہ محسن تھے اور ہمارا قاعدہ کُلیہ ہے کہ ہم اسی طرح ہر ایک محسن کو دیتے رہے ہین اور دین گے۔

لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طرح نبوّت حاصل کرنے کے لئے محسن ہونے کی ضرورت ہے اسی طرح ضرورت نبوّت کی بھی ضرورت ہے۔ پس جب ضرورت بھی ہو اور کوئی محسن بھی ہو تو پھر نبوت ملتی ہے۔ چونکہ خداوند کریم نے یہان پر وہ لفظ رکھا ہے جو کہ حال اور استقبال دونون کو شامل ہے۔ لہٰذا اس سے یہ بھی ثابت ہُوا کہ آئندہ زمانہ مین قیامت تک نبی کریمؐ سے پہلے اور آپ کے بعد جب کوئی محسن ہو تو اس کو بھی یہ انعام مل سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کریمؐ کے بعد محسنون کا آنا ممکن ہے لہٰذا ثابت ہُوا کہ نبی کریمؐ کے بعد نبوّت کا ملنا بھی ممکن ہے۔ اسی طرح حضرت نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ ہارون۔ الیاس کا ذکر فرما کر یہ قاعدہ کُلیہ ذکر فرمایا ہے۔ کہ وکذالک نجزی المحسنین۔

(۴) وعد اللہ الّذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّالحات لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الّذین من قبلھم الخ

اس آیت مین خداوند کریم نے نہائت موکد وعدہ فرمایا ہے کہ ضرورت یعنی خوف کے وقت مین اس اُمّت مین خلیفے بناؤنگا اور ضرور بناؤنگا اور پھر فرمایا ہے کہ بناؤن گا بھی ایسے جیسے پہلون مین سے بنائے تھے پس اس مین شک نہین۔ کہ کما استخلف مین یا استخلاف کو پہلے استخلاف کے مشابہ بیان کیا گیا ہے یا پچھلے خلفاء کو پہلے خلفاء کی مانند قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے۔ کہ خلفاء مین اگر تشبیہ ہے۔ تب بھی لازم آتا ہے۔ کہ جس طرح پہلے

خلفاء نبی جیسا کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے۔ ولقد اتینا موسی الکتب وقفینا من بعدہ بالرسل۔ پھر فرمایا ہے۔ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ یا بادشاہ ہوئے ہیں (عیسیٰ کی حیات جسمانی اور روحانی کی حفاظت مقتضی ہوتی رہی ہے) ویسے ہی اس اُمت کے خلفاء بھی کچھ نبی اور کچھ بادشاہ ہوں اور اگر نفس استخلاف میں تشبیہ مراد ہے تو پھر ضروری ہے کہ پہلا اور پچھلا استخلاف آپس میں ہمرنگ ہوں پس جس طرح پہلا استخلاف بادشاہ اور انبیاء بنانے کے طور پر ہوا ہے اسی طرح پچھلا استخلاف بھی نبی اور بادشاہ بنانے کی صورت میں ہو۔ اور جس طرح کما سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس طرح پہلے خلفاء ان میں سے بنائے گئے ہیں اور باہر سے کوئی نہیں آیا لہذا یہاں پر بھی اُمت محمدیہ میں سے ہی بنائے جاویں اور باہر سے کوئی بھی نہ آوے اسی طرح منکم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب خلفا خواہ بادشاہ ہوں یا انبیاء ہوں ضرور اسی اُمت میں سے ہوں نہ باہر سے۔ پس چونکہ مؤکد وعدہ ہے جس کا وقوع ضروری ہے۔ لہذا یہاں سے نبوت کا امکان ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کا واجب لازم اور ضروری الوقوع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۵) جہاں تک ہم زمانہ پر نظر ڈالتے ہیں تو فعل اللہ اور کلام اللہ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبوت انسانی نسل کے ساتھ ساتھ چلتی رہی ہے لیکن معلوم نہیں کہ اس زمانہ کو کیوں اس سے خالی کیا جاتا ہے بعض مخالفین سے جب یہ سوال کیا گیا ہے۔ کہ ان بینات کا کیوں خلاف کیا گیا ہے۔ تو انھوں نے دو عذر پیش کئے ہیں۔ (۱) خاتم النبیین (۲) حدیث لا نبی بعدی۔ پس ان دونوں عذروں کی نسبت کچھ مختصراً عرض کیا جاتا ہے پس واضح ہو کہ خاتم النبیین والی پوری آیت یہ ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ آیۃ کریمہ مخالف کے لئے ہرگز ہرگز دلیل نہیں۔ بلکہ اخیر پر ہم بتائیں گے کہ یہ آیۃ کریمہ ہمارے لئے دلیل ہے اور کہ یہ بآواز بلند پکار رہی ہے۔ کہ آنحضرت کے بعد بھی نبوت کا دروازہ بند نہیں بلکہ کھلا ہے۔ پہلے امر کی نسبت ہم پہلے بیان کرتے ہیں پہلے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ مقام مدح ہے اور خاتم کے معنے اگر آخر کے کئے جاویں تو بجائے مدح کے مذمت ہو جاتی ہے کیوں کہ خاندان شاہی میں جو آخری بادشاہ ہوتا ہے وہ برباد کرنے والا ہوتا ہے اور سب دنیا یہ اس کے لئے موجب مذمت یقین کرتی ہے نہ موجب تعریف اگر کسی کو شک ہو تو دہلی کے خاندان شاہی کے آخری بادشاہ کی نسبت لوگوں کی قطعی رائے ہے۔

ثانیاً۔ ہم کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن مجید دن میں خاتم بفتح تا ہے جس کے باتفاق اہل لغت مُہر کے معنے ہیں نہ آخر کے اور اگر تا کی زیر بھی جیسی بعض قراتوں میں آئی ہے۔ تو پھر اس کے معنے اگر اصل میں کچھ اور بھی ہوتے تو بھی تطبیق کے لئے اس کے وہ معنے لئے جاتے جو کہ خاتم بفتح تا کے تھے لیکن حدیث اور لغت میں خاتم بکسرہ تا کے معنے بھی مُہر کے اور مُہر لگانے والے کے آئے ہیں ہمارے اس دوسرے بیان سے بھی ثابت ہوا کہ خاتم کے وہ معنے ہرگز ہرگز نہیں جو کہ فریق مخالف لے رہا ہے۔

ثالثاً۔ ہم کہتے ہیں کہ اس آیۃ کریمہ سے انکی تردید مقصود ہے جو کہ نبی کریم صلعم کو ابتر اور لاولد کہتے تھے۔ تو خداوند کریم نے پہلے تو فرمایا۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم جس کے ساتھ ابوت کی نفی تو کر دی جیسے کہ مخالف نفی کرتے تھے پھر اس کے بعد لکن لا کر رسول اللہ وخاتم النبیین فرمایا ہے تو اگر اس کے معنے آخر کے ہوتے تو پھر معنے یہ ہوتے کہ محمد صلعم کسی کے باپ نہیں لیکن نبیوں کے آخر ہیں اور ظاہر ہے کہ اس صورت اول تو لکن کے خلاف ہوا کیوں کہ کسی کے باپ نہ ہونے سے ہرگز ہرگز یہ وہم نہیں پیدا ہوتا کہ پھر وہ آخر نہیں تا کہ لکن لاکر اس وہم کو رفع کیا جاتا کہ نہیں وہ آخر ہیں۔ پس اس صورت میں لکن (جو کہ پہلے کلام سے... پیدا ہونے والے وہم کو رفع کرتا ہے) بالکل لغو ہو جاتا ہے۔ اور دوم پھر ان مخالفوں کی بات کا جواب بھی نہیں ہوتا بلکہ ان کی تائید ہوتی ہے۔ کہ تم تو جسمانی ابوت کی نفی کرتے ہو۔ چلو ہم کہتے ہیں کہ نہ وہ جسمانی طور پر کسی کا باپ ہے، اور نہ روحانی طور پر کسی کا باپ ہے۔ کیونکہ وہ آخری نبی ہے اس کے فیض سے آگے کوئی نبی نہ ہوگا۔ ان تین وجوہات کے ساتھ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ خاتم کے معنے آخر کے ہرگز نہیں ہیں۔

لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ جب بعض مخالف جواب سے عاجز آ جاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ خاتم کے معنے تو بے شک مُہر کے ہیں لیکن چونکہ مُہر آخر پر ثبت کی جاتی ہے لہذا اس سے ثابت ہوا۔ کہ نبی کریم جو کہ انبیاء کی مُہر ہیں وہ بھی آخر پر ہوں تو اس کا جواب کئی طور پر ہے۔

ع۱۔ یہ کہ مُہر کا آخر پر لگانا کوئی ضروری اور لازمی امر نہیں بلکہ عموماً بادشاہوں اور حاکموں کی مواہیر سرورق اور پیشانی پر ثبت ہوتی ہیں۔

ع۲۔ اور اگر آخر پر ثبت کرنا لازمی بھی ہو۔ تو پھر ہم کہتے ہیں۔ کہ مُہر کا لگانا اگرچہ خط کے آخر پر ہوتا ہے لیکن نبی کریم صلعم کو مہر کا لگانا قرار نہیں دیا گیا تاکہ نبی کریم صلعم کا آخر ہونا لازم آتا بلکہ نبی کریم کو مُہر قرار دیا گیا ہے نہ مُہر کا لگانا اور مُہر کے وجود کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ خط یا تحریر کے بعد یا آخر ہو۔

ع۳ اور اگر مُہر کا لگانا ہی لیا جاوے اور یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ مُہر کا لگانا ضروری خط کے آخر پر ہوتا ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم صلعم واقعہ میں تو مُہر نہیں بلکہ تشبیہ کے طور پر حضور کو مُہر کہا گیا ہے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ مُشبّہ اور مُشبّہ بہ میں سب باتوں میں برابری اور مشابہت ہو۔ مثلاً جب ہم زید کو شیر کہتے ہیں تو اسمیں فقط اسی قدر مشابہت کافی ہوتی ہے کہ زید شیر کی مانند بہادر ہو نہ یہ کہ جہاں پر شیر رہتا ہے زید بھی وہاں پر ہی رہے یا جو کچھ شیر کھاتا یا کرتا ہے وہی کچھ زید بھی کھائے اور کرے یا جس طرح شیر کے بڑے بڑے ناخن اور دُم اور سارے بدن پر بال ہوتے ہیں اسی طرح زید کے بھی ہوں۔

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مُہر کہا ہے۔ تو اس میں بھی اسی قدر مشابہت ضروری ہے۔ کہ جس طرح مُہر کے سوا کوئی تحریر قابل اعتبار نہیں ہوتی اور مُہر کے ساتھ قابل اعتبار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سے آنحضرت صلعم کی قولی فعلی تصدیق کے ساتھ نبیوں اور ان کی باتوں وغیرہ کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور بدون آپ کی تصدیق کے کوئی نبی اور کسی نبی کا قول وغیرہ قابل اعتبار نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے متعدد مقامات میں رسُول کے ساتھ مصدقاً لایا گیا ہے اور یہاں پر اسی مُصدّق کے عوض رسُول کے بعد خاتم النبیین رکھا ہے اور بجز اس بات کے اور کسی بات میں مشابہت کا ہونا ضروری نہیں۔

(۴) بالآخر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر بفرض محال ان سب خرافات کو مانا بھی جائے تو پھر یہ حضرت عائشہ رضو کی اس تفسیر کے خلاف ہے۔ جس کو مجمع البحار میں لکھا ہے۔ کہ قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا انہ لا نبی بعدہ۔ جس سے صاف صاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدہٗ کا مطلب ضرور جُدا جُدا ہے۔ ورنہ اگر دونوں کا ایک مطلب ہوتا۔ جیسا کہ نبی کریم صلعم کو آخری نبی قرار دینے سے لازم آتا ہے۔ تو یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا کہ یہ کہو۔ اور وہ نہ کہو۔ پس حضرت عائشہ (جو کہ اہل زبان ہیں) انکی تفسیر سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آپ آخر ہیں اور آپ کے بعد کوئی اور نبی نہ ہوگا اور نہ اس کے ساتھ یہ لازم ہے کہ آپ آخر ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا

(۲) نیز یہ آنحضرت کی ان حدیثوں کے بھی خلاف ہے کہ جنمیں آنحضرۃ نے اپنے بعد آنے والے مسیح کو نبی اللہ قرار دیا ہے کیون کہ جب خاتم سے آپ کا آخر ہونا اور آپکے بعد دوسرے کسی نبی کا نہ آنا لازم ہُوا تو پھر اس سے جس طرح کسی نئے نبی کا آنا منع ہو گا۔ اسی طرح پرانے کا آنا بھی ضرور ہی ممنوع ہوتا ہے حالانکہ نبی کریم آنے والے مسیح کو خواہ اُمت محمدیہ مین سے مبعوث ہویا آسمان سے آئے۔ نبی اللہ فرما رہے ہین۔

(۵) پھر اگر ہم اس خلاف کو بھی نظر انداز کر دین اور نہ حضرت عائشہ رضؓ کی تفسیر کی پرواہ کرین اور نہ نبی کریم صؐ کی صحیح حدیث کو اعتبار کرین تو بھی ہم کہتے ہین کہ پھر خاتم سے آپ کا سب انبیار کے آخر ہونا اور آپ کے بعد کسی نبی کا نہ ہونا لازم تب آتا کہ النبیین کا ال استغراقی ہوتا اور کل انبیار مراد ہوتے حالان کہ یہ ثابت نہین کیون کہ اول تو حضور خود بھی ان سے باہر ہین پس لازم آئے گا کہ آپ نبی نہ ہون۔ دوم یقتلون النبیین مین النبیین ایساہی ہے جیسا کہ خاتم النبیین مین ہے۔ حالان کہ وہان پر یقیناً کل انبیار مراد نہین۔ ورنہ سب انبیار کا مقتول ہونا لازم آئے گا جو کہ خلاف واقع ہے۔ اور نفس آخر ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ سب کے آخر ہون کیونکہ آخر عموماً اضافی ہوتا ہے جیسا کہ اول اور فوق تحت جنوب شمال وغیرہ پس جائز ہے کہ اس کے معنے یہ ہون کہ آپ ان نبیون (کہ جن کو عام طور پر لوگ جانتے تھے۔ یعنے بنی اسرائیل کے انبیار) کے خاتم اور آخر ہون۔

(۶) اگر کوئی علی سبیل الفرض استغراق بھی مان لے تو پھر یہ تو ظاہر ہے کہ جب خاتم کے معنے آخر کے نہ ہوئے بلکہ مُہر کے ہوئے اور مُہر کے آخر پر ثبت ہونے سے یہ نکالا کہ آپ بھی آخر ہون تو پھر آخر ہونا نہ تو دلالت النص نہ عبارت النص اور نہ اقتضار النص ہُوا بلکہ اشارۃ النص ہُوا۔ جو کہ صریح منطوق النص کے مقابلہ مین ہرگز ہرگز قابل اعتبار کیا بلکہ قابل ذکر ہی نہین ہو سکتا تو جون کہ یہ اشارۃ النص ہے اور ہم صریح منطوق نص کے ساتھ ثابت کر آئے ہین۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبوت جاری ہے لہذا اس کے مقابلہ پر یہ اشارۃ ہرگز قابل سماعت نہین۔

اب ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہین کہ یہ آیتہ کریمہ ہماری دلیل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قدر تو ہم بیان کر آئے ہین کہ خاتم کے معنے مُہر کے ہین اور یہ بھی کہ لکن کے ساتھ وہ وہم رفع کیا جاتا ہے۔ جو کہ پہلے کلام سے پیدا ہوتا ہو۔ تو اب ہم کہتے ہین۔ کہ ما کان محمدٌ ابا احد من رجالکم سے تو یہ مفہوم ہوتا تھا کہ مخالفون کی طرح مطلق باپ ہونے کی نفی کر کے ان کی بات کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ آپ کا کوئی جانشین نہ ہوگا اور یہ انا اعطیناک الکوثر الخ اور النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم کے اور اھدنا الصراط المستقیم اور یاتینکم رسل منکم اور کذلک نجزی المحسنین اور لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم۔ اور ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ۔ الخ وغیرہ کے خلاف تھا لہذا اس وہم کے رفع کرنے کے لئے لکن لاکر یون رفع کیا۔ کہ پہلے فرمایا۔ رسول اللہ۔ یعنے آپ چون کہ رسول اللہ ہین لہذا آپ سب اُمت کے رُوحانی باپ ہین اور سب اُمت آپکے رُوحانی بیٹے ہین پھر چون کہ اعتراض کرنیوالے باوجود یہ جاننے کے آپ کے اتباع اور اُمت کے لوگ ہین پھر بھی وہ آپ کو ابتر کہتے ہین لہذا یہ کافی نہ تھا اس لیئے اس کے بعد خداوند کریم نے وخاتم النبیین فرما کر یہ بتایا کہ آپ نبیون کی مُہر بھی ہین یعنے آپ کے جانشین انبیار ہی ہون گے جو کہ آپکے رُوحانی بیٹے ہون گے۔ اور چون کہ آپ کی مُہر سے وہ نبی بنین گے۔ لہٰذا ان کا سلسلہ کوئی علاحدہ سلسلہ شمار نہ ہوگا خلاصہ کلام یہ کہ رسُول اور خاتم النبیین کو لکن کے بعد لاکر اول سے یہ بتایا کہ ساری اُمت آپ کے رُوحانی بیٹے ہین اور دوم کے ساتھ یہ بتایا کہ بیٹے کی نفی سے جو اصل غرض تھی کہ آپ کا کوئی جانشین نہین ہوگا وہ بھی غلط ہے۔ کیون کہ آپ کے رُوحانی جانشین انبیار بھی ہون گے۔ اور دوسرا نبی ہونا اگرچہ اس کا موہم ہے کہ پھر وہ ایک علاحدہ سلسلہ ہوگا۔ چونکہ وہ سب آپ کی مُہر سے نبی بنین گے جیسے پہلے انبیار آپ کی ہی تصدیق سے نبی مانے جا سکتے ہین لہٰذا سب آپ ہی کا سلسلہ شمار ہون گے۔

اب مین دوسرے عذر کو ذکر کر کے اس کا ابطال بیان کرونگا اور وہ عذر یہ ہے کہ کتب حدیث مین آیا ہے کہ نبی کریم صؐ نے فرمایا ہے۔ لا نبی بعدی۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس کے جواب مین ہم چند وجوہات ذکر کرتے ہین۔

(۱) یہ حدیث سالبہ کلیہ کی شکل مین ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ لہٰذا اگر ایک نبی کا وجود بھی آنحضرت صؐ کے بعد پایا جائیگا۔ تو کلیہ باطل ہو جائیگا اور اس مین شک نہین۔ کہ صحیح حدیثون مین آنے والے مسیح کو (جو کہ آنحضرت صؐ کے بعد ہوگا) آنحضرت صؐ نے نبی اللہ فرمایا ہے جس سے ثابت ہُوا کہ آنحضرت صؐ کے بعد ایک نبی تو ضرور ہوگا پس جب ایک ہُوا تو یہ کلیہ باطل ہُوا۔ دوم لا وضوء الخ لا صلوٰۃ الخ لا دین الخ لا ایمان الخ لا فتی الخ وغیرہا مین علمائے اسلام نے لا نفی جنس کے لئے نہین لیا بلکہ نفی کمال کے لئے لیا پس کیون جائز نہین کہ لا نبی مین بھی لا نفی کمال کے کیلئے ہو اور معنے یہ ہون کہ میرے بعد کوئی کامل نبی نہین ہے یا نہ ہوگا اور اس سے مطلق نبی کی نفی نہین ثابت ہوتی بلکہ اس کا امکان باقی رہتا ہے۔

(۳) ہم کہتے ہین لا نبی بعدی ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے اور جب اس کو باقی حدیث کے ساتھ ملا کر پڑھا جاوے تو اس کا بالکل فیصلہ ہو جاتا ہے اور وہ حدیث بخاری باب غزوۂ تبوک مین بدین الفاظ آئی ہے۔ عن مصعب بن سعد عن ابیہ ان رسول اللہ صؐ خرج الی تبوک واستخلف علیاً فقال اتخلفنی فی الصبیان والنساء قال الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھٰرون من موسیٰ الا انہ لیس نبی بعدی۔

اِس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی کو بچون اور عورتون مین مدینہ کے اندر رہنے اور جہاد پر نہ جانے سے رنج ہُوا ہے۔ پس اس رنج کو رفع کرنے کے لئے نبی کریم صؐ نے الخ فرمایا کہ الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھٰرون من موسیٰ یعنے کیا تم اس سے خوش نہین ہوتے کہ تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہو جو کہ ہارون کو موسے سے تھی یعنے تم کو مین باہر جانے کے وقت ایسا ہی مدینہ پر خلیفہ بنا چلا ہوں جیسے کہ حضرت موسےؑ کوہ طور پر جاتے ہوئے ہارون کو اپنا خلیفہ بنا گئے تھے پس یہاں تک اُن کے راضی کرنے کی وجہ تو ختم ہو گئی لیکن نبی کریم صؐ نے اس پر بس نہین فرمائی بلکہ اس کے الا انہ لیس نبی بعدی بھی فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ جس طرح لکن اس وہم کے رفع کرنے کیلئے آتا ہے جو پہلے کلام سے پیدا ہوتا ہے اسیطرح الا انہ بھی پہلے کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو رفع کرنے کیلئے آتا ہے پس یہانپر یہ دیکھنا ہے کہ وہ کونسا وہم پیدا ہوتا تھا جو کہ الا انہ الخ کے ساتھ رفع کیا گیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ حضرت علی کی نسبت ہارون کی نسبت کی طرح ہونے سے یہ وہم تو پیدا ہوتا ہی نہ تھا کہ نبی کریم صؐ کے دنیا سے چلے جانیکے بعد کوئی نبی ہوگا تاکہ اس کو یون رفع کیا جاتا کہ لکن میرے ... بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ جس طرح ہارون موسیٰ کے پہاڑ پر جانے کے بعد موسےؑ کا خلیفہ بھی تھا اور نبی بھی تھا اسی طرح حضرت علی بھی آنحضرۃ صؐ کے غزوہ پر جانے کے بعد آپکے خلیفہ بھی ہون اور نبی بھی ہون اور ظاہر ہے کہ وہ ہارون کیطرح خلیفہ تو بیشک تھے پر نبی نہ تھے پس نبی کے وہم کو رفع کرنے کیلئے فرما دیا کہ الا انہ لا نبی بعدی یعنے میرے جانیکے بعد تم ایسے خلیفہ ہو جیسے کہ موسیٰ کے پہاڑ پر جانیکے بعد ہارون موسیٰ کے خلیفہ تھے۔ لیکن فرق اِسقدر ہے کہ وہ موسےؑ کے پہاڑ پر جانیکے بعد جیسے خلیفہ تھے ایسے ہی نبی بھی تھے لیکن میرے

"اُمّتی اور نبی"

(※)

"جناب مولوی غلام احمد صاحب اختر - تصوّف و اہل تصوّف سے ایک خاص شغف رکھتے ہین آپ گاہے گاہے بدر کو اپنے اشعہ نکات سے منور فرمایا کرتے ہین - یہ مضمون بلاغت مشحون بھی اسی قبیل سے ہے جو بہت شکریّہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے"

مخدوم برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - ۱۶ مارچ ۱۹۱۱ء کے بدر مین "اہل حدیث کی غلط بیانی" کے عنوان سے توفیق بین القولین کا مضمون نظر سے گذرا - جسمین حضرۃ امام الزمان کے کلمات طیبات سے مخالف کی تشفی کے لئے کوشش کیگئی ہے - مخدومی! ان لوگون کی طبع کی اقتادہی جو کجروی کا تختہ نیرنگ یا خاکہ ہے - حضرت امام الزمان کی صداقت کا ثبوت ہے - زمرۂ مخالفین دجل اور فریب اور صد وعن سبیل اللہ مین تو وہ باریکیان نکالتا ہے کہ خلقتنی من نار وخلقتہٗ من طین کہنے والے کے دلائل ان کے دلائل کے سامنے بودے ہین اور ایمانی فلسفہ کا ایک ذرا پرتو ان کے قلوب پر نہین پڑا بڑے بڑے لفاظ ہین بڑے زبان آور ہین - مگر جب کتاب اللہ کی شہادت پیش کرو - کتاب الرسول کی باریکی سمجھاؤ - کلام اہل اللہ بطور سند لاؤ - بل ھم اضل - کا مصداق بن جاتے ہین کمال معنوی اُمّت مرحومہ کا نہ جانتے ہین اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہین اور مخالفت پر کمر بستہ ہین - من یجادل فی اللہ بغیر علم - گویا انہون نے قرآن مجید مین پڑھا ہی نہین - مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اولیاء اُمّت مرحومہ پر وہ خصوصیت حاصل ہے - جو مسیح ابن مریم کو انبیاء بنی اسرائیل متبعین تورات پر یا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو سائر انبیاء پر ہے - اس خصوصیت سے قطع نظر کرکے کبھی کُمّل اولیاء اللہ کے عقائد اور ان کے کلام سے ثابت ہوتا چلا آتا ہے کہ صدیقین رائخین گذشتہ بھی باعتبار اپنی منصب دعوت الی اللہ کے انبیاء تھے اور بعض رسول تھے اور بعض تمام رسالتون کے جامع تھے اور تمام کمالات انبیاء کے حامل تھے اور یہی اعتقاد ہر عصر مین اہل اللہ کا رہا ہے یہ کوئی عجیب اور نیا اعتقاد نہین ہے اور نہ حضرۃ امام الزمان اس عقیدہ کے اظہار مین منفرد ہین - حضرت نے باقتضائے حکمت و وحی آلہی ضرورت حقّہ کے وقت عقیدہ حقّہ ثابتہ کو جو خواص اُمّت مین مشہور و راسخ تھا - مع ذاتی خصوصیت کے اظہار فرمایا ہے - اور یہی حق تھا مین اس کے ثبوت مین تصوّف کی ایک مشہور درسی کتاب کا حوالہ دیتا ہون جو سات صدیون سے مشائخ کے درس مین چلی آتی ہے اور جس پر شیوخ ہر عصر اپنے عقائد کا مدار رکھتے چلے آئے ہین - وہ کتاب نظم السلوک ہے جس کو تائید فارضیہ بھی کہتے ہین اس کتاب کی نسبت اہل تصوف کا اعتقاد ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس کتاب کو پسند فرماکر کشفی حالت مین مصنّف کو اس کا نام خود تجویز کرکے فرمایا ہے اور یہ کتاب طوائف صوفیہ کرام مین قابل استناد مانی جاتی ہے اسمین جہان انبیاء کے کمالات و معجزات کا ذکر فرمایا ہے اوس کے آخر مین فرماتے ہین کہ وہ رسُول ربّ العالمین حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلّم نے جو سخت ضرورت کیوقت تشریف لائے ہین تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات لاکر ہم پر ڈال دئے ہین - یعنے تمام کمالات نبوّت و رسالت کا افاضہ ہم پر کر دیا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام بحیثیت داعی الی الحق ہونے کے اور اپنی اتباع کے ذریعہ خلق کو صراط مستقیم پر قائم کرنے کے ایک ہی رنگ مین رنگے ہوئے اور ایک ہی کام پر مامور تھے ان کے اپنے الفاظ یہ ہین - ؎

دجاء باسرار الجمیع مفیضہا
علینا لھم ختما علی حین فترۃ
وما منہم الا وقد کان داعیا
بہ قومہ للحق عن تبعیۃ

اس کے بعد مصنّف علیہ الرحمۃ فرماتے ہین - فعالمنا منہم نبیٌ ومن دعا - الی الحق منّا قام بالرسلیۃ - یعنے ہم محمّدیون کا عالم ربّانی بمقتضائے علماء اُمّتی کانبیاء بنی اسرائیل کے صاف معنون مین نبی ہے اور ہم مین سے جو صاحب کمال خلق کے لئے داعی الی الحق ہے وہ سب رسالتون کا جامع قائم مقام ہے - تنبیہ مصرع آخر اس طرح ہو سکتا تھا - الی الحق منّا قائم بر سالتہ لاجب مصنف علیہ الرحمۃ کو اس شعر مین مقام محمّدی کے جامعیت کا اظہار مقصود تھا - اور دعوے اور دلیل کا باہم مقرون ہونا مدّ نظر تھا - تو قام بالرسلیۃ - فرمایا اب کمالات محمّدیہ کے نہ جاننے والے لفظ فروش ورق گرداں مولویون کا صرف لفظ بعثت یا ظلی نبی یا نبی اور اُمّتی سے چڑنے کے وقت شرم نہ کرنا تعجب کا مقام نہیہ - تو کیا ہو صاف ظاہر ہو چکا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کل رسالتون کی جامع ہے اِس لئے آپکے متبعین اس مقام پر کل رسالتون کے جامع قائم مقام ہین اب جو لوگ جیسے ابن مریم کے لفظ سے چڑتے اور مونھ بناتے ہین ان کی معلومات پر ہنسی آتی ہے یا تو مگر وہ لوگ معذور ہین چون کہ حضرت خاتم النبیین کے کمالات سے بے خبر ہین - لہذا لفظ خاتم نے بجائے فائدہ کے اون کو نقصان پہونچایا - یضل بہٖ کثیرا مسلمہ قاعدہ ہے - پھر فرماتے ہین اور کیا عجیب پیشگوئی فرماتے ہین - جو سات صدیون کے بعد بعینہٖ واقع ہوئی ہے کہ وہ ہم مسلمانون کا عہد دو حصہ پر مشتمل ہوگا - ایک عہد محمّدی اور دوسرا جمالی احمدی اور اس احمدی جمالی عہد کا سرسلسلہ عارف جو اولی العزم ہونیوالا ہے وہ کل اولوالعزم مسلمون کا واحد قائم مقام ہوگا - مصنّف رحمۃ اللہ کے اپنے پیارے الفاظ ملاحظہ ہون - ؎

وعارفنا فی وقتنا الاحمدی من
اولی العزم منہم اٰخذ بالعزیمۃ

عارفنا کے ہوتے فی وقتنا الاحمدی کا لانا جس تخصیص زمانی کا مشعر ہے اور وقت کو احمدیّت کے ساتھ مخصوص کرکے اس وقت کے عالم کو عارف کے لقب سے یاد کرنے سے جو مصنف علیہ الرحمۃ کا مقصد ہے دانشمندون سے مخفی نہین ہے - اور واضح ہو کہ ایسا فصیح بلیغ قادر الکلام انسان جیسا کہ مصنف علیہ الرحمۃ ہے جس کے کمال پر اس کا کلام دلیل روشن ہے وہ اس سارے مطلب کو اس طرح بیان کر سکتا تھا کہ فعالمنا نبی والداعی الی الحق منا رسول وعارفنا اولوالعزم منا - پس اگر پیشگوئی کا بیان مقصود نہ ہوتا تو فی وقتنا الاحمدی سارا حشو اور بے سود تھا - کیون کہ اگر عہد احمدی مراد نہ ہوتا تو نہ وقتنا کی ضرورت تھی اور نہ الاحمدی لانے کی ضرورت تھی مستبعر لبیب پر روشن و واضح ہو سکتا ہے کہ باوجود عارفنا کی فی وقتنا الاحمدی لانے سے خاص عارف اور خاص زمانہ مراد ہے اور اولوالعزم جماعت مین سے ایک ممتاز اولی العزم امام مراد ہے جس کے تمام کامون کا مدار عزیمہ اور کمال عزیمۃ پر ہوگا - پھر گذشتہ صدیون کے ہمرنگ زمانہ اور اس صدی کے رنگا رنگ زمانہ پر غور کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے - کہ عزیمۃ کاملہ پر مدار رکھنے والا امام اسی زمانہ سے مخصوص ہو سکتا ہے - پس اہل انصاف غور فرماوین کہ اسلامیون مین سے اولوالعزم جماعت مین کا صاحب ہمّت اُمّتی اور امام جو العزیمہ کا پابند مجدّد ہو - بدون حضرت مسیح موعودؑ کے کون ہو سکتا ہے - فاعتبروا -

یہ ہین اہل اللہ کے عقائد اور اون کے اہل اللہ ہونے کا ثبوت ان کی ایسی پیش گوئیان ہین - جو صدیون کے بعد بعینہٖ پوری ہوئی ہین - فمن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون - ایسی پیش گوئیون کے نہ ماننے والون کے حق مین آیا ہے - پھر فرماتے ہین - کہ پہلون کے کمالات لاحقون

ین موجود ہیں۔ نام کا فرق کوئی فرق نہیں ہے۔ سنئے۔ وما کان منہم معجز اصحاب بعدہ کرامۃ صدیق لہ او خلیفۃ۔ اس کے بعد ایک ہی شعر میں ختمیت کی گتھی جو علماء کے دقت کے لئے عقدہ معقود ہے۔ سلجھائی گئی ہے وہ شعر یہ ہے۔

بعترتہ استغنت عن الرسل الوریٰ
واصحابہ والتابعین الا ئمۃ

یعنے ختمیت کے یہ معنے نہیں کہ فیض بند ہو گیا اور داعی الی اللہ آنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا بلکہ ختمیت کا یہ معنی ہے کہ آپ کے متبعین کے ہوتے نہ موسےٰ کی ضرورت رہی اور نہ عیسیٰ ابن مریم کی بلکہ یہی تابعین جو امام بھی ہوں گے۔ تمام منصبوں کا کام دیں گے۔ اُمتی اور نبی ” کے لفظ کو تعجب سے دیکھنے والے تو اجتماع نقیضین سمجھتے ہیں اون سے دریافت ہو کہ کیوں عقل پر پتھر پڑے ہیں اہل اللہ تو التابعین الائمہ کے لفظ میں رمز بتلا گئے ہیں۔ پھر فرمایا۔

ع اماتہم من بعض ما خصہم بہ
بما خصہم من ارث کل فضیلۃ

بڑا افسوس ہے کہ کل فضیلتوں کے وارثوں کو اہل فضل جری کے ہمنام ہونے سے بھی کڑھنے والے موجود ہیں۔ اُمتی اور نبی ایک ایسا معمائے لاحل ان کے لئے ہو گیا ہے جس سے ان کی عقلیں چکرا گئی ہیں۔ سمجھانا بے سود ہو گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اے اسلام مسلمان خود تجھ کو خاک میں ملا رہے ہیں۔ اللہ تیرا حافظ ہو۔ والسلام مع الاکرام

خاکسار غلام احمد اختر۔ از اوچ ریاست بہاولپور

مبارک ہمیں اس بات کے معلوم ہونے سے بہت خوشی ہوئی ہے کہ سرکار مہاراجہ صاحب کپورتھلہ نے خان صاحب عبد المجید خان صاحب کو افسر بگھی خانہ مقرر فرمایا ہے خان صاحب موصوف ایک عرصے سے نہایت [illegible]نت اور دیانت داری سے اس کام کو سرانجام دے رہے [illegible]ے اور ان کا حق تھا کہ اس معزز عہدہ پر ان کی ترقی کر کے [illegible]ن کی عزت افزائی کی جاتی۔

دوسری خوشی کی یہ خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خان صاحب [illegible]موصوف کو اپنے فضل و کرم سے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیکی اور صحت کے ساتھ لمبی عمر مرحمت فرماوے۔ آمین یا رب العالمین۔

[illegible]جارج گزٹ ایک نیا ہفتہ وار اخبار تاج پوشی جارج پنجم کی یادگار میں جناب سید محبوب شاہ صاحب بمقام داتہ ڈاکخانہ مانسہرہ ضلع ہزارہ صوبہ سرحدی سے نکالنے لگے ہیں۔ اخبار کے دو چار پرچے دیکھنے سے پہلے کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی لیکن پراسپکٹس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار کو مفید بنانے کی کوشش کی جاوے گی۔ یہ اخبار سردست صرف اردو میں لیکن بعد میں افغانی۔ انگریزی ہندی چار زبانوں میں ہو گا۔ قیمت عوام سے ۳ اور طلباء سے ۲ لا عہ ہے۔ ذی مقدرت احباب سے زیادہ۔ باقی حالات مفصلاً پتہ سے معلوم ہو سکیں گے بعض شرائط کے ماتحت خریداروں کو اصلی ممیرے کا سرمہ ۴ ماشہ اور دو کتابیں مفت دینے کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔

درخواست جنازہ۔ قاضی نظیر حسین صاحب جنڈیالہ باغوالہ سے اپنی دختر امۃ اللہ بیگم مرحومہ کے واسطے احباب سے درخواست دُعائے جنازہ کرتے ہیں۔

اشتہار تبصرہ پر اعتراض اور اس کا جواب

تبصرہ پر جو کچھ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء نے لکھا تھا وہ بالکل برحق ہے۔ نادانی سے جو اس پر اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب نے دیا ہے۔ وہ نقل کیا جاتا ہے۔

یہ اشتہار تبصرہ اس وقت شائع کیا گیا ہے جب عبد الحکیم نے حضرت مرزا صاحب کی وفات کی میعاد چودہ ماہ مقرر کی تھی اُسوقت یہ لکھا گیا تھا کہ خدا نے دشمن کو جھوٹا کرنے کے لئے میری عمر بڑھا دی۔ چنانچہ اگر وہ چودہ ماہ کی میعاد عبد الحکیم قائم رکھتا تو اس وقت اس کا یہ اعتراض ہو سکتا تھا کہ میری بتائی ہوئی میعاد کے اندر فوت ہو گئے ہیں اس لئے میں سچا ہوں۔ مگر جب اس نے خود اس پیشگوئی کو رد کر دیا اور لکھ دیا کہ بجائے چودہ ماہ والی پیشگوئی کے اب ۴ اگست کی تاریخ مقرر کی گئی ہے تو تبصرہ میں جو کچھ لکھا گیا تھا اس کے پورے ہونے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ وہ اشتہار تو اس غرض کے لئے لکھا گیا تھا۔ کہ جھوٹے اور سچے میں فرق ثابت کیا جاوے اور دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ کون جھوٹا ہے اور کون سچا۔ پس جب اس نے ۴۔ اگست تاریخ وفات مقرر کر دی تو اب سچے اور جھوٹے میں فرق اس طرح ہو سکتا تھا کہ ایک دوسرے کی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہو جاتا اور اس طرح اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کر جاتا۔ پس خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کو ۲۶ مئی کو وفات دے کر ثابت کر دیا کہ عبد الحکیم جھوٹا ہے۔ چنانچہ تبصرہ کے الفاظ بھی یہی ہیں کہ جو دشمن تیری وفات کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ اون کو میں جھوٹا ثابت کرونگا پس صاف ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کا منشا اس جگہ دشمن کو جھوٹا ثابت کرنے کا تھا نہ کچھ اور۔ چنانچہ جب اس نے اپنی پیشگوئی کو خود ہی رد کر دیا اور لکھا کہ اب ۴۔ اگست کی تاریخ مقرر ہو گئی ہے تو خدا تعالیٰ نے اس کو اس طرح جھوٹا ثابت کیا کہ آپ کو ۲۶ مئی کو وفات دیدی اور اس کی پیشگوئی ایک دیوانہ کی بڑ کی طرح رد ہو گئی۔ اور جھوٹے اور سچے میں خدا تعالےٰ نے فرق کر کے دکھلا دیا کہ سچوں کی باتیں سچی اور جھوٹوں کی جھوٹی ہوتی ہیں چنانچہ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اگر ایک شخص کو کہا جاوے کہ تو اس لئے ہلاک ہو جاوے گا کہ تو اسلام کو بُرا کہتا ہے اور گالیاں دیتا ہے اس کے بعد وہ شخص اسلام لے آئے اور بڑا متقی اور پرہیزگار ہو جاوے تو وہ اس ہلاکت سے بچ جائیگا کیونکہ اس نے وہ بات چھوڑ دی۔ اسی طرح یہاں بھی یہی معاملہ ہے عبد الحکیم نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق پیش گوئی کی کہ وہ چودہ ماہ کے اندر فوت ہو جائیں گے اور یہ میری سچائی کا نشان ہے اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے شائع کیا کہ ایسا نہیں ہو گا بلکہ یہ خود میرے سامنے ہلاک ہو جائیگا اور یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ سچے اور جھوٹے میں فرق ہو جائے چنانچہ اگر یہ شخص اس پیشگوئی پر قائم رہتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے ہلاک ہو جاتا اور وہ زندہ رہتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو تو اپنے نبی اور رسول کی سچائی ظاہر کرنی منظور تھی نہ کچھ اور۔ مگر چونکہ بعد میں یہ اپنی بات سے پھر گیا اور اس نے چودہ ماہ والی پیشگوئی کو اپنی سچائی کا نشان قرار نہ دیا بلکہ لکھا کہ میری سچائی کا ثبوت یہ ہے۔ کہ مرزا ۴۔ اگست کو فوت ہو جائیگا۔ تو خدا تعالیٰ نے بھی اپنی پہلی بات کو منسوخ کر دیا اور جس راہ سے اس نے اس کے رسول کو پکڑنا چاہا تھا اسی راہ سے اس کو پکڑ لیا۔ یعنے حضرت صاحب کو اس کی مقرر کردہ تاریخ پر وفات نہ دی اور ۲۶۔ مئی کو دی جو تاریخ خود آپ کے الہامات سے ثابت ہوتی تھی اور اس طرح خدا کا وہ کلام کہ جھوٹے و سچے میں فرق کر کے دکھایا جائیگا پورا ہوا۔ اور عبد الحکیم کے منہ پر کذاب کا ایسا بدنما داغ لگا جو قیامت تک مٹ نہیں سکتا اور یہ بات جو میں نے لکھی ہے کہ جب عبد الحکیم نے چودہ ماہ والی پیش گوئی کو منسوخ کر دیا تو خدا نے بھی اپنے وعید کو دوسرے رنگ میں بدل دیا بے ثبوت نہیں۔ بلکہ قرآن شریف سے بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ جن لوگوں کے لئے فرمایا تھا لھم فی الدنیا خزیٌ

میں موجود ہیں۔ نام کا فرق کوئی فرق نہیں ہے۔ سنئے۔ وما کان منہم معجز أصار بعدہ کرامة صدیق له او خلیفة۔ اس کے بعد ایک ہی شعر میں ختمیت کی گتھی جو علماء وقت کے لئے عقدہ معقود ہے۔ سلجھائی گئی ہے وہ شعر یہ ہے

بعترتہ استغنت عن الرسل الوری
واصحابہ والتابعین الائمة

یعنے ختمیت کے یہ معنے نہیں کہ فیض بند ہو گیا اور داعی الی اللہ آنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا بلکہ ختمیت کا یہ معنی ہے کہ آپ کے متبعین کے ہوتے نہ موسیٰ کی ضرورت رہی اور نہ عیسیٰ ابن مریم کی بلکہ یہی تابعین جو امام بھی ہوں گے۔ تمام منصبوں کا کام دیں گے۔ "امتی اور نبی" کے لفظ کو تعجب سے دیکھنے والے تو اجتماع نقیضین سمجھتے ہیں ان سے دریافت ہو کہ کیوں عقل پر پتھر پڑے ہیں اہل اللہ تو التابعین الائمة کے لفظ میں رمز بتلا گئے ہیں۔ پھر فرمایا۔

کراماتہم من بعض ما خصہم بہ
بما خصہم من ارث کل فضیلة

بڑا افسوس ہے کہ کل فضیلتوں کے وارثوں کو اہل فضیل جزئی کے ہمنام ہونے سے بھی کڑھنے والے موجود ہیں۔ "امتی اور نبی" ایک ایسا معمائے لاحل ان کے لئے ہو گیا ہے جس سے ان کی عقلیں چکرا گئی ہیں۔ سمجھانا بے سود ہو گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اے اسلام مسلمان خود تجھ کو خاک میں ملا رہے ہیں۔ اللہ تیرا حافظ ہو۔ والسلام مع الاکرام

خاکسار غلام احمد اختر۔ از اوچ ریاست بہاولپور

مبارک ہمیں اس بات کے معلوم ہونے سے بہت خوشی ہوئی ہے کہ سرکار مہاراجہ صاحب کپورتھلہ نے خان صاحب عبد المجید خان صاحب کو افسر بگھی خانہ مقرر فرمایا ہے خان صاحب موصوف ایک عرصے سے نہایت محنت اور دیانت داری سے اس کام کو سر انجام دے رہے تھے اور ان کا حق تھا کہ اس معزز عہدہ پر ان کی ترقی کر کے ان کی عزت افزائی کی جاتی۔

دوسری خوشی کی یہ خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خان صاحب موصوف کو اپنے فضل و کرم سے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیکی اور صحت کے ساتھ لمبی عمر مرحمت فرماوے۔ آمین یا رب العالمین۔

جارج گزٹ ایک نیا ہفتہ وار اخبار تاج پوشی جارج پنجم کی یادگار میں جناب سید محبوب شاہ صاحب بمقام دانۃ ڈاکخانہ مانسہرہ ضلع ہزارہ صوبہ سرحدی نکالنے لگے ہیں۔ اخبار کے دو چار پرچے دیکھنے سے پہلے کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ لیکن پراسپیکٹس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار کو مفید بنانے کی کوشش کی جاوے گی۔ یہ اخبار سر دست صرف اردو میں لیکن بعد میں افغانی۔ انگریزی۔ ہندی چار زبانوں میں ہو گا۔ قیمت عوام سے ۲ اور طلباء سے ۱ ہے۔ ذی مقدرت احباب سے زیادہ۔ باقی حالات مفصلاً بالا پتہ سے معلوم ہو سکیں گے بعض شرائط کے ماتحت خریداروں کو اصلی ممیرے کا سرمہ ۴ ماشہ اور دو کتابیں مفت دینے کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔

درخواست جنازہ۔ قاضی نظیر حسین صاحب جنڈیالہ باغوالہ سے اپنی دختر امۃ اللہ بیگم مرحومہ کے واسطے احباب سے درخواست دعائے جنازہ کرتے ہیں۔

اشتہار تبصرہ پر اعتراض اور اس کا جواب

تبصرہ پر جو کچھ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء نے لکھا تھا وہ بالکل برحق ہے۔ نادانی سے جو اس پر اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب نے دیا ہے وہ نقل کیا جاتا ہے۔

یہ اشتہار تبصرہ اس وقت شائع کیا گیا ہے جب عبد الحکیم نے حضرت مرزا صاحب کی وفات کی میعاد چودہ ماہ مقرر کی تھی اُس وقت یہ لکھا گیا تھا کہ خدا نے دشمن کو جھوٹا کرنے کے لئے میری عمر بڑھا دی۔ چنانچہ اگر وہ چودہ ماہ کی میعاد عبد الحکیم قائم رکھتا تو اس وقت اس کا یہ اعتراض ہو سکتا تھا کہ میری بتائی ہوئی میعاد کے اندر فوت ہو گئے ہیں اس لئے میں سچا ہوں۔ مگر جب اس نے خود اس پیشگوئی کو رد کر دیا اور لکھ دیا کہ بجائے چودہ ماہ والی پیشگوئی کے اب ۴ اگست کی تاریخ مقرر کی گئی ہے تو تبصرہ میں جو کچھ لکھا گیا تھا اس کے پورے ہونے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ وہ اشتہار تو اس غرض کے لئے لکھا گیا تھا کہ جھوٹے اور سچے میں فرق ثابت کیا جاوے اور دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ کون جھوٹا ہے اور کون سچا۔ پس جب اس نے ۴ اگست تاریخ وفات مقرر کر دی تو اب سچے اور جھوٹے میں فرق اس طرح ہو سکتا تھا کہ ایک دوسرے کی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہو جاتا اور اس طرح اپنے آپ جھوٹا ثابت کر جاتا۔ پس خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کو ۲۶ مئی کو وفات دے کر ثابت کر دیا کہ عبد الحکیم جھوٹا ہے۔ چنانچہ تبصرہ کے الفاظ بھی یہی ہیں کہ جو دشمن تیری وفات کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ ان کو میں جھوٹا ثابت کروں گا۔ پس صاف ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء اس جگہ دشمن کو جھوٹا ثابت کرنے کا تھا نہ کچھ اور۔ چنانچہ جب اس نے اپنی پیشگوئی کو خود ہی رد کر دیا اور لکھا کہ اب ۴ اگست کی تاریخ مقرر ہو گئی ہے تو خدا تعالیٰ نے اس کو اس طرح جھوٹا ثابت کیا کہ آپ کو ۲۶ مئی کو وفات دیدی اور اس کی پیشگوئی ایک دیوانہ کی بڑ کی طرح ردی گئی۔ اور جھوٹے اور سچے میں خدا تعالیٰ نے فرق کر کے دکھلا دیا کہ سچوں کی باتیں سچی اور جھوٹوں کی جھوٹی ہوتی ہیں چنانچہ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اگر ایک شخص کو کہا جاوے کہ تو اس لئے ہلاک ہو جاوے گا کہ تو اسلام کو برا کہتا ہے اور گالیاں دیتا ہے اس کے بعد وہ شخص اسلام لے آئے اور بڑا متقی اور پرہیزگار ہو جاوے تو وہ اس ہلاکت سے بچ جائیگا کیونکہ اس نے وہ بات چھوڑ دی۔ اسی طرح یہاں بھی یہی معاملہ ہے عبد الحکیم نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق پیش گوئی کی کہ وہ چودہ ماہ کے اندر فوت ہو جائیں گے اور یہ میری سچائی کا نشان ہے اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے شائع کیا کہ ایسا نہیں ہو گا بلکہ یہ خود میرے سامنے ہلاک ہو جائیگا اور یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ سچے اور جھوٹے میں فرق ہو جائے چنانچہ اگر یہ شخص اس پیشگوئی پر قائم رہتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے ہلاک ہو جاتا اور وہ زندہ رہتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو تو اپنے نبی اور رسول کی سچائی ظاہر کرنی منظور تھی نہ کچھ اور۔ مگر چونکہ بعد میں یہ اپنی بات سے پھر گیا اور اس نے چودہ ماہ والی پیشگوئی کو اپنی سچائی کا نشان قرار نہ دیا بلکہ لکھا کہ میری سچائی کا ثبوت یہ ہے۔ کہ مرزا ۴ اگست کو فوت ہو جائیگا۔ تو خدا تعالیٰ نے بھی اپنی پہلی بات کو منسوخ کر دیا اور جس راہ سے اس نے اس کے رسول کو پکڑنا چاہا تھا اسی راہ سے اس کو پکڑ لیا۔ یعنے حضرت صاحب کو اس کی مقرر کردہ تاریخ پر وفات نہ دی اور ۲۶ مئی کو دی جو تاریخ خود آپ کے الہامات سے ثابت ہوتی تھی اور اس طرح خدا کا وہ کلام کہ جھوٹے اور سچے میں فرق کر کے دکھایا جائیگا پورا ہوا۔ اور عبد الحکیم کے منہ پر کذاب کا ایسا بدنما داغ لگا جو قیامت تک مٹ نہیں سکتا اور یہ بات جو میں نے لکھی ہے کہ جب عبد الحکیم نے چودہ ماہ والی پیش گوئی کو منسوخ کر دیا تو خدا نے بھی اپنے وعید کو دوسرے رنگ میں بدل دیا۔ بے ثبوت نہیں۔ بلکہ قرآن شریف سے بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ جن لوگوں کے لئے فرمایا تھا کہ لهم في الدنيا خزي

ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم۔ ان مین سے بھی بہت سے لوگ آخر کار ایمان لائے اور بڑے بڑے انعام و اکرام کے مستحق ٹھہرے پس اس جگہ بھی خدا تعالےٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق جس کی نسبت ولن تجد لسنت اللہ تبدیلاً کا حکم آیا ہے۔ عمل کیا اور جب عبدالحکیم خان نے اپنی پیش گوئی کو چھوڑ کر ایک اور پیشگوئی پر اپنی سچائی کا مدار رکھا تو خداوند تعالےٰ نے بھی اپنی بے پایان قدرتون سے چاہا کہ اس کو اسی راہ سے ہلاک کرے۔ چنانچہ اس نے اس کی پیش گوئی کو بالکل غلط ثابت کر دیا اور اس نے بتایا تھا کہ حضرت اقدس علیہ السلام ۴۔ اگست کو فوت ہون گے مگر ایسا نہ ہوا۔ چنانچہ یہ جھوٹا ٹھہرا۔ اور تبصرہ مین بتایا ہوا عذاب۔

اذا فات الشرط فات المشروط

کے مطابق اس پر سے ٹل گیا۔ کیون کہ اس کو جھوٹا ثابت کرنا ضروری تھا۔ سو خدا نے ثابت کر دیا۔

پانچوین جو بات عبدالحکیم کے تمام دعاوی کو بالکل توڑ دیتی ہے اور اس کے جھوٹ کا قلع قمع کر دیتی ہے یہی صاف ہے کہ خدا کے فضل سے اس کے بعد اس شخص کا ہاتھ کہین پڑ ہی نہین سکتا۔ اور خواہ یہ کتنے ہی دانت پیسے اور پیشانی کو رگڑے۔ ممکن ہی نہین کہ اپنے مطلب کے مطابق کوئی بات نکال سکے۔ چنانچہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو حضرت اقدسؑ نے کبھی کوئی الہام شائع نہین کیا جسمین یہ آیا ہو کہ عبدالحکیم تیری زندگی مین ہلاک ہو جاویگا۔ زیادہ سے زیادہ مندرجہ ذیل چند الہامات ہین۔ جن سے یہ اپنے مطلب کی بات نکالتا ہے مگر مین ثابت کرتا ہون کہ ہرگز ان سے کہین یہ ثابت نہین ہوتا کہ عبدالحکیم آپ کی زندگی مین ہلاک ہوگا۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ وہ الہامات اس وقت کے ہین جب کہ اس نے چودہ ماہ والی پیشگوئی کی تھی اور اس پیش گوئی کے بدلنے پر ان الہامات کی سزا بھی اور رنگ مین بدل گئی۔ بہر حال وہ الہامات یہ ہین۔ ربّ فرّق بین صادقٍ و کاذبٍ۔ انت تریٰ کل مصلحٍ و صادقٍ۔ الم تر کیف فعل ربّک باصحاب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیلٍ۔ تیرے دشمنون کا اخزار و افنا تیرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا۔ چنانچہ ان الہامات سے کوئی بات ثابت نہین ہوتی جس سے معلوم ہو کہ عبدالحکیم حضرت اقدس کی زندگی مین ہلاک ہوگا۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا سچے اور جھوٹے مین فرق کر کے دکھلا دیگا اور وہ اصحاب فیل کی طرح ذلیل ہو کر ہلاک ہوگا۔ اس کے تمام مکر و فریب غارت ہو جاوین گے اور وہ بوجہ بعثت حضرت اقدسؑ کے ہلاک ہوگا۔ اب ان الہامات کو دیکھ کر ہر ایک اہل عقل دیکھ سکتا ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے کس طرح گھیر کر اس سے ہم تا گیت والی پیشگوئی شائع کروائی اور کس طرح اس کے مکر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور تمام دنیا کی نظرون مین اس کو ذلیل کیا اور ان الہامات کے جو معنے حضرت اقدسؑ نے کئے ہین کہ وہ میرے سامنے ہلاک ہوگا یہ ایک اجتہادی غلطی تھی اور اجتہادی غلطی ہر نبی سے ہوتی رہتی ہے چنانچہ اس کی بہت سی نظیرین قرآن شریف اور احادیث صحیحہ مین موجود ہین مثلاً حضرت نوح کے قصہ کو ہی دیکھو۔ کہ اون سے وعدہ تھا کہ تیرے اہل بچائے جائین گے اور جب طوفان مین اپنے بیٹے کو غرق ہوتے ہوئے دیکھا تو انہون نے خداوند تعالےٰ سے کہا کہ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ۔ یعنے اے خدا میرا بیٹا بھی تو میرے اہل سے ہے یہ کیون غرق ہونے لگا۔ تو اس پر خدا نے نہایت جھڑک کر جواب دیا۔ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ۔ یعنے وہ تیرے اہل سے نہین اور فلا تسئلن مالیس لک بہٖ علم۔ یعنے ایسی بات مجھ سے مت پوچھ جس کا تجھ کو علم نہین۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کو بھی اجتہادی غلطی لگی اور جب ان کی پیشگوئی کے مطابق ان کی قوم ہلاک نہ ہوئی تو ایسے گھبرائے۔ کہ خدا تعالےٰ اپنی کلام مین فرماتا ہے کہ اگر خدا کا فضل نہ ہوتا۔ تو وہ ملزم کر کے پھینک دئے جاتے۔ چنانچہ قرآن شریف مین آتا ہے۔ کہ لولا ان تدارکہٗ نعمۃٌ من ربہٖ لنبذ بالعراء وھو مذموم۔

پھر حضرت موسےٰ علیہ السلام کو اجتہادی غلطی لگی اور انھون نے سمجھا کہ مین خود بنی اسرائیل کو کنعان مین پہونچاؤنگا۔ حالانکہ وہ راستہ مین ہی فوت ہو گئے اور اون کے ساتھی بھی تیس برس تمام راستہ ہی مین فوت ہوئے۔ اور اون کے ایک خلیفہ نے بنی اسرائیل کو منزل مقصود تک پہونچایا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اجتہادی غلطی لگی اور انہون نے سمجھا کہ میرے حواریون کو دنیاوی بادشاہت ملے گی اور انھون نے اون کو حکم دیا کہ کپڑے بیچ کر تلوارین خریدو حالان کہ دنیاوی بادشاہت تو الگ رہی اون کو چین سے بیٹھنے تک نصیب نہ ہوا اور پھر آخر مین ہمارے سردار اور ہادی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہادی غلطی لگی اور آپ ایک کشف کی بنا حج کو چل دئے اور بڑی تکلیفون کے بعد وہان پہونچے۔ تو کام نہ ہوا۔ اور بے حاصل کئے مراد کے واپس آنا پڑا یہان تک کہ اس بات سے حضرت عمرؓ جیسے بزرگ کو ابتلا کا سامنا ہوا۔ پس غور کا مقام ہے۔ کہ جب اجتہادی غلطی کا ہو جانا کسی نبی کی شان پر کوئی دھبہ نہین لگاتا۔ اور اس سے اس کی سچائی پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا۔ تو حضرت مسیح موعود جو پچھلے انبیاء کی سنت پر آئے ہین۔ اگر کوئی اجتہادی غلطی کر بیٹھین تو ان پر کیا الزام آسکتا ہے؟ اصل تو الہامات کو دیکھنا چاہئے کہ اون کے کیا معنے ہین۔ اور پھر یہ بات بھی ہوتی ہے۔ کہ ایک نبی سے ایک وعدہ ہوتا ہے اور وہ اس کے جانشین یا اس کی اولاد کے ہاتھون سے پورا ہوتا ہے۔ پس باوجود ان تمام دلائل کے جو مین اوپر بیان کر آیا ہون یہ مان بھی لیا جاوے کہ ۴۔ اگست کی پیشگوئی کے باوجود بھی تبصرہ والا اشتہار قائم رہا اور منسوخ نہین ہوا تو بھی کوئی الزام نہین آتا اور کسی بات سے حضرت اقدسؑ کی تکذیب اور عبدالحکیم کی تصدیق نہین ہوتی۔ کیون کہ جو معنے کئے گئے ہین وہ خدا کی طرف سے تفہیم نہین بلکہ اپنا اجتہاد ہے۔ پس اگر اس کے مطابق واقعہ نہ ہو تو ملہم کے الہام پر کوئی اعتراض نہین ہوتا بلکہ اس کی سچائی اور بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اس نے کوئی منصوبہ بنا کر الہام پیش نہین کئے تھے۔ بلکہ خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے وہ الہامات تھے۔

نظم

(مورخہ ۲۰۔ اپریل ۱۹۱۱ء کو مدرسہ احمدیہ کے طلباء کے جلسہ مین پڑھی گئی)

الٰہی فضل کی بارش تو کر دے — مرادون سے مرے دامن کو بھر دے
تو مالک اور ہم ہین تیرے بندے — نہ کرنے دے ہمین تو کام گندے
بچالے نفس اور شیطان سے ہم کو — بچالے ہر بُرے انسان سے ہمکو
ہمین اسلام کا خادم بنالے — غلامی سے تو بندون کی بچالے
مسلّط کر نہ ہم پر ایسے حاکم — کہ جور و ظلم ہون جن کے ملازم
عزیزو جو کہو آمین تم بھی — کہ ہو جاوے خدا ہم سب سے راضی
سُنو کرتا ہون جو تم کو نصیحت — نہ مانو گے تو پھر ہوگی فضیحت
تکبّر کے نہ پھٹکو پاس ہرگز — نہ شیخی کی کرو بکواس ہرگز
تکبّر سے ہُوا شیطان مردُود — تکبّر سے ہُوا مردُود ۔ نمرود
نہ پھٹکو پاس چوری کے کبھی تم — مخاطب میرے اس دم ہو بھی تم
گناہون مین ہو ہیچ سو نکی خفت — نہین چوری سے بڑھ کر کوئی ذلت
دُعاؤن مین دکھاؤ ہمتین تم — تو پاؤ پھر جہاں مین عزتین تم
تمسخر سے نہ رکھو کام ہرگز — نہ بھولو تم خدا کا نام ہرگز
نہ غفلت کے کبھی تم پاس پھٹکو — جہان دیکھو وہین شیطان سے کھٹکو
یہ دُنیا چار دن کی چاندنی ہے — یہاں آیا ہے جو وہ رفتنی ہے
بھروسہ زندگی کا کچھ نہیں ہے — پہنچنا ایک دن زیر زمین ہے
جو نیکی ہو سکے سمجھو غنیمت
یہی ہے تم کو دانش کی نصیحت

ولهم فی الاخرة عذاب عظیم۔ ان مین سے بھی بہت سے لوگ آخر کار ایمان لائے اور بڑے بڑے انعام و اکرام کے مستحق ٹھہرے پس اس جگہ بھی خدا تعالٰے نے اپنی سنّت قدیمہ کے مطابق جس کی نسبت ولن تجد لسنّت الله تبدیلاً کا حکم آیا ہے۔ عمل کیا اور جب عبد الحکیم خان نے اپنی پیش گوئی کو چھوڑ کر ایک اور پیشگوئی پر اپنی سچائی کا مدار رکھا تو خداوند تعالٰے نے بھی اپنی بے پایان قدرتون سے چاہا کہ اس کو اسی راہ سے ہلاک کرے۔ چنانچہ اس نے اس کی پیش گوئی کو بالکل غلط ثابت کر دیا اور اس نے بتایا تھا کہ حضرت اقدس علیہ السلام ۴۔ اگست کو فوت ہون گے مگر ایسا نہ ہوا۔ چنانچہ یہ جھوٹا ٹھہرا۔ اور تبصرہ مین بتایا ہوا عذاب

اذا فات الشرط فات المشروط

کے مطابق اس پر سے ٹل گیا۔ کیون کہ اس کو جھوٹا ثابت کرنا ضروری تھا۔ سو خدا نے ثابت کر دیا۔

پانچوین جو بات عبد الحکیم کے تمام دعاوی کو بالکل توڑ دیتی ہے اور اس کے جھوٹ کا قلع قمع کر دیتی ہے ایسی صاف ہے، کہ خدا کے نفس سے اس کے بعد اس شخص کا ہاتھ کہین پڑ ہی نہین سکتا۔ اور خواہ یہ کتنے ہی دانت پیسے اور پیشانی کو رگڑے۔ ممکن ہی نہین کہ اپنے مطلب کے مطابق کوئی بات نکال سکے۔ چنانچہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو حضرت اقدس ؑ نے کبھی کوئی الہام شائع نہین کیا جسمین یہ آیا ہو کہ عبد الحکیم تیری زندگی مین ہلاک ہو جاویگا۔ زیادہ سے زیادہ مندرجہ ذیل چند الہامات ہین۔ جن سے یہ اپنے مطلب کی بات نکالتا ہے مگر مین ثابت کرتا ہون کہ ہرگز ان سے کہین یہ ثابت نہین ہوتا کہ عبد الحکیم آپ کی زندگی مین ہلاک ہو گا۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ وہ الہامات اس وقت کے ہین جبکہ اس نے چودہ ماہ والی پیشگوئی کی تھی اور اس پیش گوئی کے بدلنے پر ان الہامات کی سزا بھی اور رنگ مین بدل گئی۔ بہر حال وہ الہامات یہ ہین۔ ربّ فرّق بین صادقٍ و کاذبٍ۔ انت تریٰ کل مصلحٍ و صادقٍ۔ الم تر کیف فعل ربّک باصحاب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل۔ تیرے دشمنون کا اخزار وافنا تیرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا۔ چنانچہ ان الہامات سے کوئی بات ثابت نہین ہوتی جس سے یہ معلوم ہو کہ عبد الحکیم حضرت اقدس کی زندگی مین ہلاک ہو گا بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا سچے اور جھوٹے مین فرق کر کے دکھلاویگا اور وہ اصحاب فیل کی طرح ذلیل ہو کر ہلاک ہو گا اور اس کے تمام مکر و فریب غارت ہو جاوین گے اور وہ بوجہ مخالفت حضرت اقدس ؑ کے ہلاک ہو گا۔ اب ان الہامات کو دیکھ کر ہر ایک اہل عقل دیکھ سکتا ہے۔ کہ خداوند تعالٰے نے کس طرح گھیر کر اس سے ۴۔ اگست والی پیشگوئی شائع کروائی اور کس طرح اس کے مکر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور تمام دنیا کی نظرون مین اس کو ذلیل کیا اور ان الہامات کے جو معنے حضرت اقدس ؑ نے کئے ہین کہ وہ میرے سامنے ہلاک ہو گا یہ ایک اجتہادی غلطی تھی اور اجتہادی غلطی ہر نبی سے ہوتی رہتی ہے چنانچہ اس کی بہت سی نظیرین قرآن شریف اور احادیث صحیحہ مین موجود ہین مثلاً حضرت نوح کے قصہ کو ہی دیکھو۔ کہ اون سے وعدہ تھا کہ تیرے اہل بچائے جائین گے اور جب طوفان مین اپنے بیٹے کو غرق ہوتے ہوے دیکھا تو انہون نے خداوند تعالٰے سے کہا کہ ربّ انّ ابنی من اھلی۔ یعنے اے خدا میرا بیٹا بھی تو میرے اہل سے ہے یہ کیون غرق ہونے لگا۔ تو اس پر خدا نے نہایت جھڑک کر جواب دیا۔ انّہٗ لیس من اھلک۔ یعنے وہ تیرے اہل سے نہین اور فلا تسئلن ما لیس لک بہٖ علم۔ یعنے ایسی بات مجھ سے مت پوچھ جس کا تجھ کو علم نہین۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کو بھی اجتہادی غلطی لگی اور جب ان کی پیشگوئی کے مطابق ان کی قوم ہلاک نہ ہوئی تو ایسے گھبرائے۔ کہ خدا تعالٰے اپنی کلام مین فرماتا ہے کہ اگر خدا کا فضل نہ ہوتا۔ تو وہ ملزم کر کے پھینک دئے جاتے۔ چنانچہ قرآن شریف مین آتا ہے۔ کہ لولا ان تدارکہٗ نعمةٌ من ربّہٖ لنبذ بالعراء وھو مذموم۔

پھر حضرت موسٰے علیہ السلام کو اجتہادی غلطی لگی اور انھون نے سمجھا کہ مین خود بنی اسرائیل کو کنعان مین پہونچاؤنگا۔ حالانکہ وہ راستہ مین ہی فوت ہو گئے اور اون کے ساتھی بھی قریباً تمام راستہ ہی مین فوت ہوئے۔ اور اون کے ایک خلیفہ نے بنی اسرائیل کو منزل مقصود تک پہونچایا۔ پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اجتہادی غلطی لگی اور انہون نے سمجھا کہ میرے حواریون کو دنیاوی بادشاہت ملے گی اور انھون نے اون کو حکم دیا کہ کپڑے بیچ کر تلوارین خریدو حالان کہ دنیاوی بادشاہت تو الگ رہی اون کو چین سے بیٹھنے تک نصیب ہوا اور پھر آخر مین ہمارے سردار اور ہادی حضرت محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کو اجتہادی غلطی لگی اور آپ ایک کشف کی بنا پر حج کو چل دئے اور بڑی تکلیفون کے بعد وہان پہونچے۔ تو کام نہ ہوا۔ اور بے حاصل کئے مراد کے واپس آنا پڑا یہان تک کہ اس بات سے حضرت عمر رضؓ جیسے بزرگ کو ابتلاء کا سامنا ہوا۔ پس غور کا مقام ہے۔ کہ جب اجتہادی غلطی کا ہو جانا کسی نبی کی شان پر کوئی دھبہ نہین لگاتا۔ اور اس سے اس کی سچائی پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا۔ تو حضرت مسیح موعود جو پچھلے انبیاء کی سنّت پر آئے ہین۔ اگر کوئی اجتہادی غلطی کر بیٹھین تو ان پر کیا الزام آ سکتا ہے؟ اصل تو الہامات کو دیکھنا چاہئے کہ اون کے کیا معنے ہین۔ اور پھر یہ بات بھی ہوتی ہے۔ کہ ایک نبی سے ایک وعدہ ہوتا ہے اور وہ اس کے جانشین یا اس کی اولاد کے ہاتھون سے پورا ہوتا ہے۔ پس باوجود ان تمام دلائل کے جو مین اوپر بیان کر آیا ہون یہ مان بھی لیا جاوے کہ ۴۔ اگست کی پیشگوئی کے باوجود بھی تبصرہ والا اشتہار قائم رہا اور منسوخ نہین ہوا تو بھی کوئی الزام نہین آتا اور کسی بات سے حضرت اقدس ؑ کی تکذیب اور عبد الحکیم کی تصدیق نہین ہوتی۔ کیون کہ جو معنے کئے گئے ہین وہ خدا کیطرف سے تفہیم نہین بلکہ اپنا اجتہاد ہے۔ پس اگر اس کے مطابق واقعہ نہ ہو تو ملہم کے الہام پر کوئی اعتراض نہین ہوتا بلکہ اس کی سچائی اور بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اس نے کوئی منصوبہ بنا کر الہام پیش نہین کئے تھے۔ بلکہ خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے وہ الہامات تھے۔

(۲)

نظم

(مورخہ ۲۰۔ اپریل ۱۹۱۱ء کو مدرسہ احمدیہ کے طلباء کے جلسہ مین پڑھی گئی)

الٰہی فضل کی بارش تو کر دے
مرادون سے میرے دامن کو بھر دے

تو مالک اور ہم ہین تیرے بندے
نہ کرنے دے ہمین تو کام گندے

بچالے نفس اور شیطان سے ہم کو
بچالے ہر بُرے انسان سے ہمکو

ہمین اسلام کا خادم بنالے
غلامی سے تو بندون کی بچالے

مسلط کر نہ ہم پر ایسے حاکم
کہ جور و ظلم ہون جن کے ملازم

عزیزو کچھ کہون آمین تم بھی
کہ ہو جاوے خدا ہم سب سے راضی

سُنو کرتا ہون جو تم کو نصیحت
نہ مانو گے تو پھر ہو گی فضیحت

تکبّر کے نہ پھٹکو پاس ہرگز
نہ نیچی کی کرو بکواس ہرگز

تکبّر سے ہوا شیطان مردود
تکبّر سے ہوا مردود۔ نمرود

نہ پھٹکو پاس چوری کے کبھی تم
مخاطب میرے اس دم ہو سبھی تم

گناہون مین ہو ہچشمو کی خفت
نہین چوری سے بڑھ کر کوئی ذلّت

دعاؤن مین دکھاؤ ہمتین تم
تو پاؤ پھر جہان مین عزتین تم

تمسخر سے نہ رکھو کام ہرگز
نہ بھولو تم خدا کا نام ہرگز

نہ غفلت کے کبھی تم پاس پھٹکو
جہان دیکھو وہین شیطان کے کھٹکو

یہ دُنیا چار دن کی چاندنی ہے
یہان آیا ہے جو وہ رفتنی ہے

بھروسہ زندگی کا کچھ نہین ہے
پہنچنا ایک دن زیر زمین ہے

جو نیکی ہو سکے سمجھو غنیمت
یہی ہے تم کو دانش کی نصیحت

ایڈیٹر صاحب نور افشان غور فرماوین

کچھ دن ہوئے کہ شیخ محمود صاحب نے ریویو آف ریلیجنز مین ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا "محبت کا مذہب" نور افشان کے ایڈیٹر صاحب نے چونکہ ٹھیکہ لے رکھا ہے کہ ہر ایک اسلامی صداقت پر حملہ کرے اس لئے اس نے اس مضمون پر بھی جرح قدح کی اس کے جواب مین شیخ صاحب نے اخبار بدر مین چند ایک سطور لکھین۔ عادت کیموافق ایڈیٹر صاحب نور افشان نے ان پر بھی اعتراض کئے۔ منجملہ اور باتون کے جو آپکے مضمون سے استنباط ہو سکتی ہین دو تین کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہون۔

اول۔ یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ یورپ کی تہذیب کا منبع بائبل ہے اس کا بہت صحیح جواب تو شیخ صاحب کے لفظون میں ہی ہے کہ جتنی دیر یورپ صحیح معنون مین بائبل پرست تھا تب تک تو سخت جہالت کے گڑھے مین گرا رہا اور جب سے بائبل کی تعلیم کو اس نے خیرباد کہنا شروع کیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب نور افشان اس تاریخی صداقت کو ماننے سے انکار کرتے ہین تو ہم اس بات کو اور طرح پر واضح کرنیکی کوشش کرتے ہین۔

یورپ کی تہذیب مین سب سے نمایان بات یہ ہے کہ یورپ کے لوگ بڑے تندہی سے نیچر کے راز کو معلوم کرنے کے درپے رہتے ہین اور اسی دُھن مین رہتے ہین کہ مادہ کا کوئی نیا خاصہ معلوم ہو جائے۔ انہی کی اس جستجو اور تگ و دو کا نتیجہ وہ عظیم الشان عمارت ہے جس کو سائنس کہا جاتا ہے۔ حقیقت مین سائنس نے بے شمار فوائد دنیا کو پہونچا دئے ہین اور یورپ کے گھر گھر اس کی بدولت سکھ اور آرام پہونچا ہے اب مین ایڈیٹر صاحب نور افشان سے سوال کرتا ہون کہ نیچر کی اس جستجو کے متعلق وہ بائبل کی کوئی آیت یا یسوع کا کوئی قول پیش کر سکتے ہین کیا آپ بتا سکتے ہین۔ کہ ڈارون کے انکشافات واٹ اور سٹیفنس اور ایڈیسن وغیرہ کی ایجادات۔ نیوٹن اور ہرشل وغیرہ کی تحقیقات یہ بائبل کی کونسی تعلیم کا نتیجہ ہین۔

دوسرے بڑی بات جو میری رائے مین یورپ کی تہذیب کا خاصہ بن گئی ہے وہ یوروپین اور امریکن ملکون کی طرز حکومت ہے اس طرز حکومت نے افراد کی آزادی کو بہت کچھ بحال کر دیا ہے۔ ان کو گورمنٹ کے معاملہ مین دلچسپی ہے اور بادشاہون کے جابرانہ اختیارات کو ہمیشہ کے لئے چھین لیا جاتا ہے اس طرز حکومت سے جو جو برکات یورپ اور امریکہ نے حاصل کئے ان کے لکھنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ مگر سوال پھر یہ ہے کہ کیا یہ بائبل کی تعلیم کے بالکل برعکس تو نہین۔ کیا ایڈیٹر صاحب بتا سکتے ہین کہ یہ طرز حکومت بائبل نے کہان تعلیم کی۔

تیسرے بات جو یورپ کی تہذیب مین بڑی نمایان ہے وہ عورتون کی آزادی ہے اس بارے مین تو یورپ اور امریکہ نے بلکہ کچھ مبالغہ کیا ہے مگر کیا یہ تاریخی صداقت نہین کہ عیسویت کی آمد سے پہلے یونانی اور رومی تہذیب کے دنون مین عورتین زیادہ آزاد تھین۔ اور زیادہ عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھین اور عیسویت کی آمد اور مسیحی رسولون کی تعلیم نے عورتون کی ترقی کو کئی صدیان پیچھے ڈالدیا اور اگر عورتون کی حق رسی اور ان کی حرمت بائبل کے سبب سے ہے تو ہم ایڈیٹر صاحب سے پھر وہی سوال کرین گے کہ ہمین بائبل کے وہ مقامات نکالکر بتائیں جہان عورتون کے حقوق کی تعیین کی گئی ہے۔

مگر ایڈیٹر صاحب غالباً کہین گے کہ سائنس وغیرہ کوئی ایسی قابل قدر چیزین نہین۔ یوروپ کو زیادہ تر ناز ہے اپنے اعلےٰ اخلاق پر۔ یورپ نے غلامی کا انسداد کیا یوروپ دور دراز ملکون مین تہذیب کی برکات پھیلانے کے لئے جاتا ہے اور یہ سب بائبل کی کرامت ہے۔ مین اب اس دعوے کا امتحان کرتا ہون۔

بائبل کا مایۂ ناز خلق ہے مقابلہ نہ کرنا جو ایک گال پر طمانچہ مارے دوسری آگے کرنا۔ جو کوٹ چھینے پتلون بھی اتار کر اس کے حوالہ کرنا۔ مین پوچھتا ہون کیا بائبل کا یہ خلق یورپ نے برتا اور اگر یورپ یا امریکہ اس کو عمل مین لاتے تو وہ اس عروج پر پہونچتے ہر ایک شخص جو یورپ کے طریق عمل اور اس کے عروج کے اسباب سمجھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یورپ نے اس کے بالکل برعکس عمل کیا تبھی اتنی ترقی حاصل کی ورنہ یوروپ ایک گداؤن کا ملک ہوتا۔ دوسرا خلق جس پر بائبل پرستون کو ناز ہے وہ فروتنی ہے اب اس کا وجود کوئی بتا سکتا ہے کہ یورپ مین کہان پایا جاتا ہے یہ خلق تو یورپ کی زندگی سے ایسا ہی مفقود ہے جیسے کوئی درخت کسی ملک سے بسبب آب و ہوا کی ناموافقت کے ہمیشہ کے لئے معدوم ہو جاوے تیسرا بڑا اخلاقی اصول جو عیسویت نے طالمود سے لیکر دنیا کو دیا وہ یہ ہے کہ تو دوسرے سے ویسا ہی برتاؤ کر جیسا تو چاہتا ہے کہ وہ تجھ سے کرے اس خلق کا وجود بھی یوروپ کی سرزمین مین بالکل عنقا ہے۔ یوروپین قومین دوسری قومون سے جو برتاؤ کر رہی ہین وہ سب جانتے ہین بیان کی چندان حاجت نہیں مختصراً یہ تو وہ اخلاق ہین جو بائبل سکھاتی ہے۔ مگر یوروپ نہیں برتتے اور ان اخلاق کے نہ برتنے سے یوروپ کی زمین فتوحات کے میدان مین بڑھ رہی ہین اب وہ اخلاق لیتے ہین جو یوروپ مین پائے جاتے ہین اور دیکھتے ہین کہ آیا وہ بائبل کی تعلیم کا نتیجہ ہین۔

یورپ کا سب سے بڑا خلق موجودہ زمانے مین ٹالیریشن ہے یعنی ایک دوسرے کے عقائد سے پرخاش نہ کرنا ہمارا دعوے ہے کہ یورپ کا یہ خلق بائبل کی تعلیم اور اٹھارہ سو برس کے عیسویت کے عملدرآمد کے بالکل برخلاف ہے آزادی رائے یورپ مین انیسوین صدی کا پودا ہے اور اسی صدی مین اس نے نشوونما پایا ہے اور اس مین بہت کچھ اسلامی تعلیم کا اثر ہے جو اس مسئلہ مین نہایت واضح ہے۔ سو جو قرآن کریم فرماتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین کیسی عظیم الشان تعلیم ہے درحقیقت یہ دنیا کو آزادی رائے کا میگنا چارٹا ہے .... عیسویت نے علوم و فنون وغیرہ کی ترقی کے لئے جو کچھ کیا اس کا تماشہ دیکھنے کے لئے ڈریپر صاحب کی کتابون کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ مختصر یہ کہ ہر موجد شیطان کا چیلا ہے اس کو یا زندہ جلا دو یا عقوبت کے ذریعہ اس کا شیطان نکالو جس نے اس کے دماغ پر قبضہ کر لیا ہے یورپ کا بڑا کارنامہ ہے انسداد غلامی۔ جو لوگ غلامی کی تاریخ کو پڑھتے ہین انہین معلوم ہے کہ بائبل کی حکومت کے ایام مین بائبل پرستون نے جس خطرناک بیرحمی اور جس کپکپا دینے والی بیدردی سے غلامی کی تجارت کی اس کی نظیر ملنی ناممکن ہے۔ یورپ کے خاکسار مسیحی افریقہ جاتے ہین افریقہ کے بے بس اور بے خبر حبشیون کے گاؤن کو گھیر کر مقابلہ کرنے والون کو بندوق کا شکار بناتے ہین اور باقیماندون کو جہازون مین لاد کر امریکہ مین پہونچاتے۔ رستہ مین انکو کئی کئی روز تک خوراک نہین دیتے بہت سے بھوکے مرتے ہین ان کو سمندر مین پھینکتے ہین اور باقیماندون کے خون کو حرکت مین لانے کے لئے ایک معین وقت مین خوب چابک مارتے ہین کہ وہ درد سے تڑپین اور اس طرح ان کی ورزش ہو افسوس ہے کہ عیسائی لوگ دوسرے لوگون پر اعتراض کرکے خواہ مخواہ اپنا کچا چٹھا ظاہر کراتے ہین۔

لیکن جب سے بائبل کی تعلیم کا زور گھٹا۔ غلامی سے لوگون کو نفرت شروع ہوئی حتے کہ اس کا انسداد ہو گیا اس انسداد کا باعث عیسویت ہرگز نہ تھی۔ اگر تھی تو بائبل کی کوئی آیت یا مسیح کا کوئی قول نقل کیا جاوے۔ مین اس پر اکتفا کرتا ہون صرف اتنا کہونگا کہ جس طرز کی زندگی بائبل پیش کرتی ہے یورپ کی زندگی کو اس سے کوئی بھی مناسبت نہین۔ اس مین ایسا ہی فرق ہے جیسا چینی اور انگریزی مین ہو سکتا ہے

اس کے برخلاف اسلامی تہذیب جس کی تعریف مین خود یورپ کے مورخ رطب اللسان ہین قرآن کریم کی تعلیم کا مدام نتیجہ تھی ثبوت تاریخی طور پر یہ کہ قرآن کی آمد اور اشاعت اور اسلامی تمدن کا آغاز ایک ہی وقت ہوا اور قرآن کی آیات کثیر ہین۔ جو علم

کی تلاش کو اور نیچر کے مطالع کو جو سب تہذیب و تمدن کی بنیاد ہیں۔ مذہبی فرض قرار دیتی ہیں۔ رب زدنی علما رسول کریمؐ کی اور ہر مسلمان کی دعا ہے۔ عباد الرحمان کی صفت ہے۔ یتفکرون فی خلق السموات والارض الخ ارشاد نبوی ہے۔ اطلب العلم ولو کان بالصین۔ اس کے مقابل کوئی بائبل کی آیت! ندارد

یہ بالکل سچی بات ہے کہ جبسے مسلمانوں نے قرآن کریم کو پس پشت ڈالا تبھی سے ان کی تمدن کا زوال شروع ہوا اور جب پھر قرآن مجید کو پکڑلیں گے ان کا تمدن پھر ترقی کریگا اور یہ پھر دنیا کے ویسے ہی معلم بنیں گے جیسے پہلے تھے۔

بڑے افسوس اور رنج کے ساتھ اس بات کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ باوجود اس بات کے کہ مسلمانوں کی طرف سے بسا اوقات نہایت ہی معقول جوابدیا جاتا ہے۔ مگر آریہ صاحبان اور عیسائی صاحبان وہی اعتراض انہیں لفظوں میں پھر دہرانے سے باز نہیں رہتے۔ اس کا سبب یا تو یہ ہوگا کہ یہ لوگ جوابات کو پڑھنے کی تکلیف نہیں اُٹھاتے اور یا یہ کہ تعصب نے ایسا اندھا کر دیا ہوتا ہے کہ انہیں خوبی بھی عیب ہی نظر آتی ہے اسی نوٹ میں ایڈیٹر صاحب نے پھر وہی اعتراض کیا ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلایا گیا

اب مسلمانوں کے جوابات کو تو ایک طرف رکھو۔ جب ایک عیسائی مصنف مسٹر ارنلڈ نے صرف اشاعت اسلام کے مضمون پر ایک ضخیم کتاب لکھ کر اسے دنیا پر واضح کر دیا کہ اسلام اپنی اخلاقی اور روحانی جذب کے سبب سے زیادہ تر پھیلا ہے اور تلوار نے اس کے پھیلانے میں بہت ہی کم حصہ لیا ہے تو پھر ان لوگوں کے اسی اعتراض کو دُہرانے سے ہمیں سخت ہی تعجب ہوتا ہے۔ اگر ایڈیٹر نور افشان حق طلبی کی رُوح رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ کم از کم اسی عیسائی مصنف کی کتاب منگا کر اسے غور سے پڑھے اور پھر اپنی ایمانداری کی رائے اپنے اخبار میں مشتہر کرے بہر حال اشاعت اسلام کے متعلق یہ چند امور خاص غور کے قابل ہیں۔

(۱) کہا جاتا ہے کہ رسول صلعم نے اپنا مذہب پھیلانے کے لئے تلوار چلائی مگر عقلمند یہ اعتراض پیش کرنے سے پہلے سوچیگا۔ کہ جن لوگوں نے محمدؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خاطر پہلے پہل تلوار اُٹھائی وہ کس تلوار کے ذریعہ ان کے حلقہ بگوش بنے تھے۔ جواب صاف ہے تو جس تلوار کے ذریعہ وہ ہزاروں شمشیر زن آپکی غلامی میں آ گئے کیا وہی تلوار دوسروں کے لئے کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ دیکھو قرآن مجید کہتا ہے۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمة۔ وہ تلوار وہی آلہی فلسفہ تھا جسکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خاص مہارت تھی۔ بعض صاحبان اعتراض کیا کرتے ہیں کہ بعض لوگ لوٹ کی طمع سے مسلمان ہوئے تھے۔

لیکن جو لوگ ان اول مسلمانوں کے حالات پڑھتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ وہ رسول صلعم کے نام پر کس طرح جان دیتے تھے اور جو جنگوں میں فتح پا کر واپس آتے تھے وہ کیسی سادہ اور بے نفس زندگیاں بسر کرتے تھے اگر لوٹ مار کی انہیں ضرورت ہوتی تو نہ تو وہ ایسی بے دریغ اپنی جانیں دیتے اور نہ ہی اُنکی زندگیاں ایسی پاکیزہ اور بے طمع ہوتیں جیسے کہ تاریخ دان جانتے ہیں کہ وہ تھیں۔

(۲) ہر شخص جو کسیقدر جغرافیہ جانتا ہے اُسے معلوم ہے۔ کہ ہر ایک اسلامی ملک میں دوسرے مذاہب کے لوگ برابر پائے جاتے ہیں۔ روم میں عیسائی نصف النصف ہوں گے۔ ایران میں اب تک آتش پرستوں کی بستیاں موجود ہیں۔ مصر میں برابر قبطی پائے جاتے ہیں اب غور کے قابل یہ بات ہے۔ کہ جب مسلمانوں کی اپنی تعداد تھوڑی تھی تب تو انہیں اپنے مفتوحہ ممالک میں (بقول مخالف) کچھ لوگوں کو بزور شمشیر مسلمان بنالیا۔ تو جب ان کی تعداد بڑھ گئی تو بھلا اس وقت ان کو کس بات نے اس سے روکا کہ باقیماندوں کو مسلمان بنا ڈالیں۔

(۳) جو لوگ زور سے مسلمان کئے جاتے ان کے دل میں تو مسلمانوں کے برخلاف خطرناک عداوت ہونی چاہیئے تھی جو نسلاً بعد نسلاً اپنا اظہار بغاوت کے رنگ میں یا نفاق کے رنگ میں کرتی۔ لیکن کیا اس کا کوئی ثبوت تاریخ دیتی ہے کہ ایسا ہُوا بلکہ اس کے برخلاف دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں میں اسلام پھیلا انھوں نے اپنے فاتحوں سے بڑھ کر اسلام کے پھیلانے کو اپنے لئے باعث عزت سمجھا۔

(۴) چین میں اس وقت پانچ چھ کروڑ مسلمان موجود ہیں اور مغربی صوبے تو قریباً سب ہی مسلمان ہیں کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ چین میں اسلامی تلوار کب چلی تھی۔

(۵) چنگیزی مغل اسلام کے بدترین دشمن تھے لکھا ہے کہ چنگیر خان نے اپنی زندگی میں ایک کروڑ مسلمان کو قتل کیا۔ اور بہت سی اسلامی سلطنتوں کو تباہ و غارت کیا۔ مسلمان سلطنتوں کی بربادی کا کام جو اس نے شروع کیا تھا وہ اس کے بیٹوں اور پوتوں نے جاری رکھا حتے کہ ۱۲۵۸ھ میں ہلاکو خان نے بغداد جو اسلام کا مرکز جانا جاتا تھا تباہ کر کے وہاں کے ۲۵ لاکھ مسلمان آبادی کو قتل عام کیا اور وہاں کے کتب خانوں اور عجائب خانوں کو خراب کر کے تاریخ میں ایک بے نظیر نام پیدا کیا مگر اسی چنگیز اور ہلاکو کی اولاد جب اسلامی تمدن اور اخلاق اور روحانیت کے اثر کے نیچے آئے تو کون نہیں جانتا کہ ابھی ہلاکو کو مرے پچاس برس بھی گزرے تھے کہ فاتح سے مفتوح بن گئے اور ان کے جانشین اسلام کے پھیلانے میں ویسے ہی سرگرم نکلے جیسے وہ خود اس کے تباہ کرنے میں تھے۔

(۶) کہا جاتا ہے کہ ہندوستان پر محمود غزنوی کے حملے صرف اسلام پھیلانے کی غرض سے تھے اس سے جھوٹی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کیا کوئی شخص ان آدمیوں کی تعداد بیان کر سکتا ہے جن کو محمود نے یا کسی اور حملہ آور نے مسلمان بنایا بلکہ یہاں تک تاریخ کی صحیح شہادت ہے کہ ان لوگوں کے حملے محض انتقامی یا دفاعی تھے اور بعضوں کے فتوحات کے لئے تھے۔ محمد بن قاسم کا حملہ انتقامی تھا۔ سبکتگین کا حملہ جے پال کے حملے کا جواب تھا محمود کے حملے یا بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے تھے یا حملوں کے جواب تھے اور بعض ممکن ہے فتوحات کی خاطر بھی ہوں۔ مگر اس پر عیسائی کیا اعتراض کر سکتا ہے جب اس بیسویں صدی میں بھی عیسائی بادشاہوں کی طرف سے برابر فتوحات کا سلسلہ جاری ہے۔

(۷) اس وقت افریقہ میں اسلام اس سُرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے کہ پادری صاحبان کے دل سہم گئے ہیں اور انکو خطرہ پڑ گیا ہے کہ شاید چند سالوں میں سب افریقہ مسلمان ہو جاوے گا۔ ان کا یہ خطرہ یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ وہ اس کی روک کے لئے دبی زبان سے عیسائی تلوار کی مدد مانگ رہے ہیں جو کل بھی رہی ہے۔ افریقہ میں اشاعت اسلام کا یہ حال ہے کہ بقول مسٹر باسورتھ سمتھ سیرالیون کی انگریزی بستی میں جتنے مسلمان ہیں۔ ان میں دو تہائی ایسے ہیں جو عیسائیوں یا دوسرے مذاہب سے مسلمان ہوئے ہیں اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی تلوار ہے جو افریقہ میں چل رہی ہے اس کا جواب اڈیٹر صاحب دیں۔

باقی رہی یہ بات کہ اسلام اشاعت مذہب کے لئے تلوار استعمال کرنیکی تاکید کرتا ہے اس کے لئے میں صرف اتنا کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ یہ مضمون بہت لمبا ہو سکتا ہے مگر فی الحال اتنا کافی ہے۔ (راقم ایک مسلمان)

امشاج

ع۳د۴

پس بعض حکما نے کہا ہے کہ بچہ محض ماں کے نطفہ سے بنتا ہے۔ باپ کا نطفہ صرف اس میں ایک تاثیر کرتا ہے ایسی کہ اس سے مولود پیدا ہو لیکن باپ کے نطفہ سے مولود کا کوئی جزو واقعہ نہیں ہوتا۔ اس جگہ یہ تذکرہ بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ ایک موقعہ پر ڈاکٹر محمد رضا خان صاحب غیر احمدی ہسپتال چھاونی دلکشا لکھنؤ اور اس عاجز کا ساتھ ہوا۔ دوران گفتگو میں فرمایا کہ اگر ہم مجرد نطفہ مرد کا کسی آلہ کے ذریعہ سے رحم عورت میں داخل کر دیں۔ تو اس تنہا نطفہ سے تخلیق جنین ہو سکتا ہے مجھے ڈاکٹر صاحب کے اس تجربہ پر ایک خاص تحقیق کی روشنی ڈالنی پڑی اور وہ یہ کہ فاضل گیلانی نے شرح قانون میں کہا ہے۔ کہ ماء رجل (نطفہ مرد) قوت فاعلہ تخلیق و تصویر کی نہیں رکھتا کیونکہ وہ تاثیر میں بہ نسبت معتدل کے گرم خشک زیادہ ہے اس لئے مرد کے نطفہ میں قوت عاقدہ اور منعقدہ نہیں ہو سکتی۔ جرمنی ڈاکٹران بھی اس بات کے قائل ہیں کہ مرد کے قوام سے بچہ کا کوئی حصہ نہیں بنتا کیونکہ مرد کا نطفہ بعد انزال رحم میں مقید نہیں رہتا بلکہ وہ بتدریج رحم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باہر نکل جاتا ہے اب آلہ سے مرد کا قوام رحم میں پہونچا کر بچہ جنوانے والے انگریزان جرمنی ڈاکٹروں کے ان مجربہ اقوالوں کو ملاحظہ کریں۔ معہذا انگلستان کے ڈاکٹروں کی تحقیقات جو فی زمانہ ثبوت یقینی بذریعہ برہان طبی حاصل ہو چکی ہے اور جس کا پایہ استدلال عقلی میں کمال کو پہونچ چکا ہے وہ میرے نزدیک نئی روشنی کے ڈاکٹروں کے حق میں از قسم مرئیات ہے ان کا قول ہے کہ عورت کے نطفہ میں بیضہ ہوتا ہے اور مرد کے نطفہ میں ایک کیڑا دم علق مانند بچہ ماہی کے ہوتا ہے۔ یہ حیوان نطفہ کے ساتھ رحم میں جاتا ہے اور بعد انزال اپنی حرکت ذاتی سے ۱۳ منٹ میں نصف انچ بڑھ جاتا ہے۔ اگر نطفہ عورت کا اپنے مقر اور محل تولد سے جو دونوں کیسہ جانب یمین و یسار میں نکل کر ہنوز رحم میں داخل نہیں ہوا۔ تو یہ حیوان رحم میں جا کر ان بیضات منویہ کے پس رحم متلاشی بحرکت دورہ پھرتا ہے۔ جب وہاں کچھ نہیں پاتا نکل آتا ہے اور فوراً مر جاتا ہے۔ اب آلہ سے ماء رجل کو رحم میں پہونچا کر تخلیق اولاد کے قائلین غور فرماویں کہ جب رحم میں رطوبت بیضا قابلۃ للانعقاد والتصور دونوں کیسوں یمین و یسار سے خارج ہو کر قبل سے جب رحم میں پہنچی ہی نہیں ہے تو پچکاری سے مرد کا نطفہ پہونچا ہوا کیا کام دیگا۔ کیونکہ اگر دونوں کیسوں سے نطفہ عورت کا نکل کر اندرون رحم قبل اس حیوان کے پہنچنے کے جا چکا ہے۔ تو یہ حیوان اس بیضہ سے اپنا سر رگڑ کر مر جاتا ہے اور بعد اس کے رفتہ رفتہ رحم سے مرد کا نطفہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تمام و کمال نکل جاتا ہے تب وہ بیضہ آناً فاناً وسیع ہو کر اس میں خون جمع ہو جاتا ہے پھر بچہ کامل ہوتا ہے لیکن باپ کے نطفہ سے کوئی جزو بدن مولود کا نہیں ہوتا۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ ماں کو کس قدر بچہ سے شرکت و مناسبت ہے کیا اب بھی کوئی جائے محل باقی ہے کہ ماں کو نادانی سے ظرف مخفی کہیں تو یہ ان کی جوانمردی ہے حقیقت امر یہی ہے کہ جو کچھ ہے وہ ماں ہی ہے اور تمام وجود و نشو و نمائے مولود اسی سے ہے۔ اس صورت میں نسبت ابن الام کو جد مادری کی طرف حقیقی اور اولی ہے اور اسی نسبت حقیقی سے مخبر صادق ؐ نے آنے والے مہدی کو فاطمی رضؓ کہا ہے چنانچہ احتجاج طبرسی میں منقول ہے کہ ہارون عباسی نے امام موسیٰ کاظم سے پوچھا۔ کہ تم نے یہ کیوں جائز رکھا ہے کہ تمہیں عامہ و خاصہ فرزند رسول خدا کہتے ہیں۔ حالانکہ تم اولاد علی رضؓ ابن ابی طالب رضؓ سے ہو اور شخصی منسوب اپنے باپ سے ہوتا ہے اور فاطمہ رضؓ ظرف مخفی ہیں تو امام ہفتم نے اس کے جواب میں وہی ثبوت پیش کیا جیسا کہ آنے والے مہدی علیہ السلام نے اپنے فاطمی رضؓ ہونے کا دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ میراث منحصر ہے نسبت اور سبب میں۔ یعنے وراثت والدین کے اقربا میں بسبب نسب کے ہے نہ باعث سبب کے۔ کیونکہ مستقر میں اب اور مستقر میں ام کی وراثت نسبی ہے نہ سببی۔ اسی تمسک پر شیخ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اور محمد یعقوب رضؓ نے کافی کلینی میں بروایت امام محمد باقر علیہ السلام حسین رضؓ کو فرزند رسول خدا تسلیم کیا ہے۔ عاجز نے بسبیل غایت ثابت کر دیا ہے کہ ابن البنت کا بھی انتساب جد مادری کی طرف سے باعتبار نطفہ ام کے حقیقی ہوتا ہے پس جہاں تحقیق حقیقت ممکن ہے۔ وہاں تکلفات کے ارتکاب کی کیا ضرورت ہے۔ اب بھی اگر آنے والے مہدی رضؓ کو فاطمی رضؓ نہ مانے تو یہ ان کی عداوت اور سفاہت ہے۔ ورنہ بنی آدم میں فرزندان پسری اور فرزندان دختری دونوں داخل ہیں جیسا کہ شیخ ابن حجر کتاب صواعق محرقہ میں اسناد نقال سے لایا ہے۔ کل احد ینسب الیه اولاد بناته یعنے شیخ کا مذہب بلا شبہ یہی ہے کہ فرزندان پسری اور فرزندان دختری دونوں کا احد الانساب ہیں جس کی تقویت اور تحسین کے لئے ہم کلام ربانی کو استوا کرتے ہیں۔ واذا اخرجنا من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم۔ کیا اب بھی آئے ہوئے مہدی مسعود کو فاطمی رضؓ نہ مانو گے۔ تو کیا فاضل بغدادی کو بھی جھٹلاؤ گے۔ جیسا کہ اس نے کہا۔ هو ابن مريم وفی ذکرت دلیل ان الذریت متناول اولاد البنت۔ یعنے یہ کہ بے شک عیسے مریم کے بیٹے ہیں۔ لیکن ان کا شمار اولاد ابراہیم سے واصل و قریب تر ہے۔ اسی امر کو شاہ صاحب نے بھی اپنی کتاب سر الشہادتین میں ہمارے دعوے کی تقویت کی ہے کہ ابن البنت مثل ابن الابن کے ہوتا ہے۔ قولہ

ان ابن الابنت له حکم الابن ولهذا یعد عیسیٰ فی بنی اسرائیل۔ یعنے فرزند دختر کے واسطے بھی ابن کا حکم ہے جیسے کہ عیسے علیہ السلام بنی اسرائیل میں شمار کئے گئے۔ جیسا کہ آنے والے مہدی کا شمار بنی فاطمہ میں ہوا۔

فاضل فیروز آبادی نے قاموس میں کہا ہے۔

والابن هو الولد۔ اور ایسے ہی اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ پس ان دونوں مقدموں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابن الابنت بھی ابن الابن دادا کے لئے ہے۔ خواہ وہ پدری یا مادری۔ آبا میں شامل و داخل ہے جیسے کہ کتاب کافی میں منقول ہے کہ ایک روز امام ابو الحسن رضؓ روضۂ سرور کائنات پر تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم یا ابت۔ یعنے رحمت خدا کی نازل ہو آپ پر اے پدر عالی مقدار اس پر ہارون کو تعجب ہوا کہ ابو الحسن رضؓ کے باپ رسول ؐ خدا کیونکر ہوئے اسوقت امام مذکور نے ہارون کو عیسے کی نسبت یاد دلائی۔ تب ہارون نے سوچا کہ بے شک عیسے کا اتصال بنی اسرائیل میں بجز مریم کے اور کچھ نہیں اب حضرات شیعہ اسی نسبت مادری کو ملحوظ خاطر کر کے مہدی مسعود پر ایمان لائیں۔

بالجملہ کمال الدین بن طلحہ اپنی کتاب مطالب السؤل فی مناقب آل رسول میں اور فاضل بحرانی کتاب حدایق میں اس بات کے قائل ہیں۔ کہ قوت نسب پدری کی شرف مادری کے لئے متعارض ہوتی ہے اور کبھی ایسی ہوتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نسب مادری نسب پدری پر غالب آ جاتا ہے جیسے کہ امام جعفر صادق رضؓ کو لوگ ہمیشہ ابن الصدیق کہتے تھے۔ کیونکہ آپ کی والدہ شریفہ بنت قاسم رحؓ بن محمد بن ابوبکر رضؓ تھیں اور ایسے ہی حضرت عباس رضؓ ابن ابی طالب کے مقابلہ میں آنحضرت نے حسین علیہ السلام کو هذا ابنی سید فرمایا۔ یہ وہی نسبت مادری شرف اندوز ہے جس کے وارث حسب بشارت مہدی آخر زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئے۔ ہم پھر اصل مدعا پر آ کر عرض کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے عورت میں بالقوی یہ مادہ ودیعت کیا ہے کہ وہ بغیر مرد کے بھی تخلیق جنین کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اب اگر کوئی

یخرج من بین الصلب والترائب کو ہمارے دعوے پر اسناد کرے ۔ تو یہ اس کی نادانی ہے ۔ کیونکہ اگر منسوب صلب سے مراد فقار ظہر یا وہ اعضاء ہیں کہ جن میں فقار پائے گئے ہیں ۔ ہے تو ان سے بچہ کو کوئی تعلق نہیں لہذا ان کی طرف نسبت کرنا ہی بے حقیقت ہے ۔ اور اگر خارج عن الصلب مراد لین کہ وہ مادہ رجل ہے (نطفہ مرد) تو یہ نسبت بھی حقیر بلکہ ضعیف تر ہے کیونکہ نطفہ کا خزانہ اونثیین ہے نہ صلب و ترائب اصل بات یہ ہے کہ مایخرج عن الصلب اور مایخرج عن الترائب ۔ کی حقیقت واحدہ ہے یعنی اللہ پاک کبھی بیٹے کے گھر بیٹی دیتا ہے اور کبھی بیٹی کے حمل سے بیٹا وضع کرتا ہے قرآن پاک میں کہیں بھی تخلیق جنین کی ترکیب ارشاد نہیں فرمائی ۔ کس واسطے کہ عقول انسانی اس حکمت کاملہ و غامضہ کو فہم نہیں کر سکتی ۔ کیونکہ وہ حکیم برحق اور قادر مطلق ہے کبھی وہ بغیر باپ کے پیدا کرتا ہے اور کبھی ماں باپ دونوں کو اختلاط بدن سے خلق مولود فرماتا ہے ۔ اور کبھی ان دونوں کے خلاف اظہار تخلیق کرتا ہے ۔ اسی وجہ سے حکماء قدیم و حال تخلیق کی حقیقت کلیہ سے ہنوز طفل مکتب ہیں جیسا کہ اصحاب ارسطو اس بات کے قائل ہیں کہ نطفہ مرد رحم میں افادۂ تولید و تصویر کرنے کے باقی نہیں رہتا بلکہ تحلیل ہو جاتا ہے جس کو کہ مصنف معہ ارد احکم نے شرح قانون میں عرحبل اور عقر میں شہادتاً لایا ہے اور بعض بعض حکماء اس مسئلہ کے بھی قائل ہیں کہ عورت میں بغیر مرد کے اولاد جننے کے بھی آثار پائے جاتے ہیں جیسا کہ فاضل قرشی کا قول شرح قانون میں استاداً لایا ہے ۔ حیث قال فتلک انما یعرض الحبل اذا اجتمع المنیان و مع ذلک یحصل فی النادر الحبل من المرأۃ واحدۃ علاوہ اس کے تجربہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شارکت بان کی تغذیہ جنین کے ساتھ اور ترتیب اوس کے نفس کی نفس جنین کے لئے سبب واضح ہے تو پھر عیسےٰ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے میں کیا تکلف اور عجب ہے ۔

ہمارے مفسرین بالرائے نے امشاج کی تفسیر میں بہت کچھ دھوکے و مغالطے کھائے ہیں ۔ حق پوچھو تو طرح طرح کے اقوال بنائے ہیں کبھی ابو موسےٰ کوفی اور ڈاکٹر بریسٹلی کے علم (Chemistry کیمسٹری) کیمیا رسے لے کر امشاج کی یوں تفسیر کی کہ مرد کا نطفہ سفید اور عورت کا زرد ہوتا ہے ۔ ان دونوں کے میل سے بیتر ہو جاتا ہے پس اسی رنگ کا نام امشاج ہے اور بعض مفسرین نے آمیزش و اختلاط کے معنوں میں امشاج کی تفسیر کی ہے ۔ جیسا کہ تفسیر ثنائی کی تقویت پر معترض کا مقصد ہے یقیناً میں محال و التقدیر اگر عاجز تفسیر ثنائی کی نیرنگی آمیزش و اختلاط کی تفسیر کو قبول بھی کرے تو اس قاعدہ سے عجز خدا لازم آتا ہے ۔ کیونکہ ہر شے کا قاعدہ جبھی مقرر ہوتا ہے جبکہ فاعل اس کا بہت سے تجربوں کے بعد کسی سلسلہ ترکیب پر یقین کرے کہ وہ شے فلاں فلاں ترکیب سے حاصل ہوتی ہے ۔ پس اسی یقین کا نام قاعدہ ہے ایسی صورت میں پھر ممکن نہیں ۔ کہ فاعل بغیر اس مقرر شدہ قاعدہ کے اس کام کو انجام دے سکے اور یہ صفت قادریت کی نہیں ۔ قادر وہی ہے کہ جو محتاج قواعدو امداد کا نہ ہو ۔ دوسرے یہ کہ جس چیز کا کوئی قاعدہ مقرر ہے تو اس کا معلوم کرنا اور اس پر قادر ہونا کسی غیر کا دشوار نہ ہوگا لیکن نظام دنیا کے مشاہدات و محسوسات سے یہ معلوم و مفہوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ بھید لایدرک ہے یہی وہ مقام ہے کہ جہاں بڑے بڑے عقلا حکماء کے عقول حیران ہو کر لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک ۔ کہہ کر خاموش ہو گئے رہی یہ بات کہ جس کو ہم نیچر سمجھے ہوئے ہیں یہ ہمارا فہم ہے اس خالق مطلق کا کوئی قاعدہ مقرر شدہ نہیں ورنہ نیچر پکارنے والے مہاشے ہم کو نیچر کی ایک ایسی فہرست مرتب کر کے دیں جس سے یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ نیچر ہے اور یہ خلاف نیچر ہے ۔ قطع نظر اگر امشاج کے معنے وہی آمیزش و اختلاط کے تسلیم کر لیں اور تفسیر ثنائی کے قول کو ہاتف غیبی کی ندا مانکر جان لیں کہ بغیر امشاج کے تولید محال بلکہ اشکال ہے تو پھر تفسیر ثنائی کا اس طرف کیا خیال ہے ۔ قال رب انی یکون لی غلٰم وقد بلغنی الکبر وامرأتی عاقر ۔ زکریا علیہم السلام متعجب ہو کر فرماتے ہیں کہ میرے اولاد کہاں سے ہوگی ۔ کیونکہ میں ضعیف اور میری زوجہ بانجھ پھر لڑکا کہاں سے ہوگا ۔ اس وہم کے جواب میں فرمایا اللہ صاحب نے ۔ کہ اے زکریا تیرا رب یونہی بغیر امشاج کے بیٹا پیدا کرے گا کیونکہ ہم ہر طرح سے تخلیق جنین کر سکتے ہیں فی ای صورۃ ما شاء رکبک ۔ یعنے یہ کہ ہم نے جس طرح چاہا انسان کو پیدا کیا کبھی بغیر والدین کے اور کبھی صرف ماں سے ۔ اور کبھی ان دونوں کے خلاف ۔ پس حضرت زکریا ع کے وقوع وقعی کو دیکھ کر حقیقت امر صاف معلوم ہو گئی کہ امشاج تخلیق جنین کو کہتے ہیں نہ آمیزش و اختلاط کو ۔ بعض لوگوں میں اعتراض کرنیکا فطری و جبلی مادہ ہوتا ہے ۔ جسمیں کسی قسم کی صلاحیت اور حقانیت نہیں ہوتی ۔ جیسا کہ معترض نے عیسےٰ علیہ السلام مرحوم و مغفور کے بغیر باپ کے پیدا ہونے میں اعتراض کیا ہے ۔ مخالف کو چاہیئے تھا کہ پہلے اپنے دعوے کو ثابت کرتا تب پیدائش مسیح پر اعتراض کرتا ۔ تو ہم کو اس کا جواب دینا کچھ مشکل نہ تھا ۔ لیکن ایسی حالت میں جبکہ نری زبان ہی زبان ہی تو ہم کو چند علوم زیر نظر رکھ کر جواب میں بار طوالت اٹھانا پڑا ۔ اگر حکمت کے زعم پر معترض کا یہ اعتراض ہے کہ بغیر نطفۂ مرد کے بچہ پیدا نہیں ہوتا ۔ تو کہتا ہوں میں کہ جب خود شیخ الرئیس کتاب اشفار میں اس بات کا قائل ہے کہ تخلیق جنین کا مسئلہ ہم اطباء و حکماء میں مختلف فیہ ہے ۔ کیونکہ جالینوس اور اطباء قاطبۃً اس کے قائل ہیں کہ نطفہ مرد و عورت دونوں میں پایا جاتا ہے اور ارسطو اور اس کے اصحاب اس امر پر متفق ہیں کہ عورت میں نطفہ نہیں ہوتا ۔ اسی وجہ سے شیخ اس کتاب میں عادلانہ طریق پر کبھی کسی فریق کی تحسین کرتا ہے ۔ اور کبھی کسی فریق کی تقویت و تضعیف کرتا ہے ۔ پھر فاضل قرشی تو ان دونوں جماعتوں سے خلاف ہو کر کہتا ہے کہ ومع ذلک یحصل فی النادر الحبل من المرأۃ واحدۃ ۔ یعنے یہ کہ کوئی ضروری نہیں کہ بغیر نطفہ مرد کے مولود پیدا نہیں ہو سکتا ۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ تنہا عورت سے ہی پیدا ہوتا ہے (جیسے عیسےٰ علیہ السلام)

اس مقام پر کوئی یہ نہ کہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور میں کبھی فلسفہ و سائنس کی ترمیم و اصلاح نہیں کی اور اسی فلسفہ کو تبرکاً سر و آنکھوں پر رکھتے رہے ۔ تو کہتا ہوں میں کہ اسلام نے پرانے فلسفہ کا وہ مضحکہ اڑایا ہے کہ جو بیان سے باہر ہے ۔ خلفائے بنی عباسیہ نے لاکھوں ترجمہ یونانی فلسفہ کے کرائے سب سے پہلے خلیفہ دوم کے عہد میں یحییٰ نحوی نے ارسطو اور فلاطون کے رد میں نہ صرف چھ مقالے لکھے بلکہ اور بہت سی اون کے رد میں کتابیں تحریر کیں جس کے صلہ میں عباسیوں نے اس اسلامی فلاسفر کو دو ہزار اشرفیاں نذر کیں ۔ بعدہٗ ابوبکر باقلانی نے جو کہ امام غزالی کے استاد الاستاد تھے ۔ اپنی کتاب دقایق میں یونانی فلسفہ کا رد لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ۔ کہ یونانیوں کے فلسفہ سے عرب کے منطق کو ترجیح ہے ۔ دیکھو ابن تیمیہ الرد علی المنطق ۔ پھر قاضی ابوبکر بن طیب نے کتاب الدقایق میں عرب کے منطق کو یونانی فلسفہ پر مرجح ثابت کیا ہے اور جب ابو البرکاۃ کو ارسطو کی رائے میں غلطی معلوم ہوئی تو اس نے اپنے رسالہ میں ارسطو سے انتقام لیا ہے اور علامہ ابن تیمیہ نے تو فلسفہ کی رہی سہی آبرو خاک میں ملا دی ۔

قولہٗ ۔ ترجمہ ۔ ہم کو اس میں نزاع نہیں کہ متکلمین کے اکثر اقوال لغو ہیں ۔ لیکن اگر انصاف سے دیکھا جاوے اور معلم اول ارسطو کے کلام کا اون متکلمین سے مقابلہ کیا جاوے ۔ جو مسلمانوں میں بدترین متکلمین ہیں مثلاً

معترضہ وجہیہ تو صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ ارسطو وغیرہ ان متکلمین کی نسبت بہت جاہل ہے دیکھو کتاب۔ باقی آیندہ انشاء اللہ

الـقـــــــــــــــــــر

مرزا حسام الدین احمدؐ۔ احمدی ناظر انجمن احمدیہ لکھنؤ

احسن القصص

یہ سورۃ یوسف کا ترجمہ اور اس کی تفسیر ہے جو قاضی اکمل صاحب نے لکھی ہے۔ ترجمہ تحت اللفظ۔ بڑی توجہ و محنت کے ساتھ بطور نمونہ کیا گیا ہے پھر ہر لفظ و آیت کی تشریح نہایت بسط سے کی گئی ہے جس قدر مشیر مل سکا۔ وہ جمع کر دیا گیا اور اون تمام الزامون کو اُٹھایا گیا جو حضرت یوسفؑ کی ذات پر لگائے گئے تھے اور اس بیان کو سیدنا خاتم النبیین کے آیندہ حالات کی نسبت بطور پیشگوئی بتایا گیا ہے اس کے علاوہ جس قدر اخلاقی نتایج نکل سکتے تھے وہ نکالے گئے ہین۔ اخیر مین اسی قصہ کو تصوف کے رنگ مین اپنے وجود پر وارد کر کے دکھایا گیا ہے۔ لکھوائی چھپائی کاغذ اعلیٰ ہے قیمت صرف ۲٫ رکھی گئی ہے تمام احمدی دوست اسے منگوا کر پڑھین اور غربار مین مفت تقسیم کرین۔ یہ کتاب بدر بک ایجنسی سے مل سکتی ہے۔

عُلماء خلف

خدائے تعالیٰ میر قاسم علی صاحب اڈیٹر الحق و رسالہ احمدی ترا با بیرام خان دہلی کو جزائے خیر دے کہ انہون نے حدیث نبوی علماء ھم شرّ من تحت ادیم السماء۔ من عندھم تخرج الفتنۃ فیھم تعود۔ کی تفسیر مین آجکل کے علمار کے اون فتن کا حال لکھا ہے جو انہی کے ہاتھون سے برپا ہو کر پھر انہی مین پوشیدہ ہو گئے۔ بظاہر یہ رسالہ بہت سخت معلوم ہوتا ہے مگر بغور دیکھا جاوے تو میر صاحب نے ایک حرف اپنی طرف سے نہین لکھا بلکہ انہی کا جوتا انہی کے سر پر مارا ہے آپس مین جو گند یہ بزرگان قوم ایک دوسرے پر پھینک رہے تھے چونکہ اس سے کسی سفید پوش بھلے مانس کے کپڑے خراب ہو جانے کا اندیشہ تھا اس لئے آپنے نہایت احتیاط سے وہ سب کچھ جمع کر کر کے انہی کے گھرون مین پھینک دیا ہے۔

یہ رسالہ کیا ہے آجکل کے علمار، فقرار کے حالات کا آئینہ ہے۔ ابن خزرجوہ جو ان فتن کا مرکز ہے اسے خصوصیت سے خطاب فرمایا ہے ہر ایک احمدی اسے منگوا کر مطالعہ کرے قیمت ۸ر۔ لکھوائی چھپوائی عمدہ۔ قریباً دو سو صفحے حجم ہے یہ رسالہ دفتر بدر مین نہین بلکہ مذکورہ بالا پتہ پر مل سکتا ہے۔

یادگار اُلفت

شیخ رحیم بخش صاحب واعظ نومسلم ڈاکو چہ قادر لوہ گڑھ۔ ہاتھی دروازہ دفتر راجپوتان

امرتسر) نے اپنی مسز مرحومہ کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کے رنگ مین حضرت مسیح کی آمد ثانی کا مسئلہ واضح کیا ہے اور ضمناً یسوع و یسوع کی بھیڑون کا روحانی نقشہ مشن اور مشنری اعتقادات کا آئینہ دکھا دیا ہے۔ پھر جناب ختمی مآب کی رسالت کا ثبوت بائبل سے کیا ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے۔ ۷ صفحہ حجم۔ قیمت نصف آنہ

ریویو

الاسلام چودہری عبداللطیف صاحب آف گنا چور کی ادارت مین لاہور سے نکلنا شروع ہوا۔ آپکے مقاصد مین ہے۔ اسلام کی صداقت کا اظہار۔ ہندو مسلمانون مین اتحاد۔ تمام اسلامی فرقون مین اتحاد گورنمنٹ کی اطاعت کا وعظ۔ اسلامی غیر اسلامی ضروری خبرین ۱۰ صفحہ حجم۔ ہر جمعہ دار السلطنت پنجاب لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ تین روپے (سے) اللہ تعالیٰ اسے ترقی بخشے۔ برادران طریقت اپنے بھائی کی مدد کرین۔

ابطال الوہیت المسیح والتثلیث

مکرم سید محمد عبد الحی عرب صاحب نے عربی مین یہ ۵۰ صفحے کا رسالہ تالیف کر کے نہایت عمدہ کاغذ پر خوش خط چھپوایا ہے۔ یہ رسالہ واقعی نہایت ہی عجیب و غریب ہے آپ نے بدلائل ساطعہ و براہین قاطعہ مسیح ناصری کی الوہیت اور یسوعیون کے عقیدہ تثلیث کی تردید فرمائی ہے رسالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی محنت سے لکھا ہے۔ آپ نے یسوعیون کے تمام شبہ توڑ کو جمع کر کے ایک ایک کا رد کیا ہے۔ تمام احمدی بھائی عرب صاحب کی اس کتاب کی اشاعت مین امداد دین قیمت صرف ۲ر

اِسلام اور بُدھ مذہب

ناظرین کو یاد ہوگا گذشتہ ء مین ایک مضمون بدر مین چھپا تھا جس مین بدھ ازم کی تعلیم کا (جس پر مولوی عزیز مرزا سکرٹری مسلم لیگ نے لکھا کہ اخلاق کے ایسے اعلےٰ نمونے دُنیا کے لٹریچر مین عدیم المثال ہین) قرآن مجید کی پاک و اعلےٰ تعلیم سے مقابلہ کر کے دکھایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم ہر پہلو سے جامع و اولیٰ ہے۔ اب میان محمد یٰسین صاحب سہارنپوری نے اسے رسالہ کی شکل مین چھپوایا ہے۔ ۴۴ صفحے حجم۔ چھپوائی اور کاغذ عمدہ۔ لکھوائی اچھی ہو جاتی۔ تو ذرا علی نور ہو جاتا۔ قیمت صرف تین آنے (۳ر)

ضرورت دُکاندار

چودہری غلام حسن صاحب احمدی سفید پوش چک ۱۰۵ علی آباد ڈاکخانہ چنیوٹ روڈ ضلع لائل پور مین ایک دوکاندار کی ضرورت ظاہر کرتے ہین۔ جو صاحب احمدی وہان دوکان کرنا چاہین وہ مالی سرمایہ بہم پہنچانے مین امداد دینے کے واسطے بھی طیار ہین خط و کتابت چودہری صاحب موصوف کے ساتھ پتہ بالا پر ہو۔

اُستانی کیضرورۃ

ہمارے مکرم دوست سید عابد حسین صاحب احمدی بی۔ اے تحصیلدار بکسوا ہا۔ ڈاک خانہ گل گنج براہ ریاست چھتر پور ملک بندیلکھنڈ کو اپنی اہلیہ کی تعلیم کے واسطے ایک اُستانی کیضرورت ہے مذکورہ بالا پتہ پر خط و کتابت کی جاوے۔

احمدیہ بلڈنگس

ایک صاحب جو قبل ازین پیر صاحب گولڑوی کے مُرید تھے اور عرصہ ایک سال سے سلسلہ حقہ مین شامل ہین اپنا ایک خواب لکھتے ہین جس مین سے کچھ اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے۔

مین بڑے بڑے وظیفہ پڑھا کرتا تھا۔ لیکن اس ایک سال مین یعنی جب سے حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت کی ہے مین اپنے اندر ایک عجیب روشنی دیکھتا ہون۔ اور اس روشنی کی شعاعین دو طرح میرے اوپر وارد ہوتی ہین۔ ایک دُعاؤن کے وقت رقت اور دوسرے سچی خوابین۔ ...... دار الامان جانے سے پہلے مین نے جس طرح خواب مین مسجد اقصیٰ دیکھی تہی۔ اسی طرح وہان جا کر دیکھ لی اور اب جو خواب عجیب مین نے دیکھی ہے اس کا کچھ ذکر کرتا ہون۔ ایک اور عمارت دیکھی یہ مکان ظاہراً انگریزی فیشن کا معلوم ہوُا یعنے کواڑ اور شیشے تو برائے نام انگریزی قسم کے تھے لیکن یہ اس قدر میلے اور بوسیدہ تھے کہ میری طبیعت خوشی سے اس کو نہ دیکھنا چاہتی تہی مین نے اٹکل سے معلوم کیا کہ یہ شاید پیر صاحب (گولڑوی) کا مکان ہو کیونکہ پہلے مکان سے حیثیت مین اچھا تھا اس لئے مین نے اس مُرید سے جو میرے ساتھ پُوچھا کہ کیا آپ اندر ہین اس نے جواب دیا کہ ہان اندر ہین لیکن اس وقت سوئے ہونگے مین نے اسے تو کہا کہ اچھا سونے دو اور دل مین کہا کہ بہتر ہے سوئے ہی رہین یہان سے گذر کر ہم یعنی مَین اور پیر صاحب کا مُرید ایک گلی سے گذرے ...... ہم ایک دکان پر کھڑے ہو گئے اور میرے ہمراہی (مُرید گولڑوی) نے ایک رکابی دوکان سے کھانے کو لی اس رکابی مین ظاہراً فرنی معلوم ہوتی تہی لیکن جس وقت وہ کھانے لگا مجھے بھی اس نے کھانے کو کہا۔ لیکن مین نے انکار کیا۔ مجھے معلوم ہوُا کہ یہ تو سارا گندیلا ہے اور سب برتنون مین یہی رکھا ہے۔ مجھے اس شخص سے بہی اور سب دوکانون سے بھی نفرت ہو گئی۔ اِتنے مین کسی نے زور سے آواز دی۔ **احمدیہ بلڈنگس**۔ یہ آواز سُنتے ہی

مین نے جو دیکھا عرض کرتا ہون اپنے سامنے کچھ فاصلہ پر ایک بڑا قلعہ پختہ اینٹون سے چنا ہوا جس کے دونون طرف بہت بڑے بڑے دو گنبد اور کئی چھوٹے چھوٹے گنبد دیکھے اس قلعہ کے عین وسط مین ایک بڑی مسجد دیکھی اور اس کے بھی دو مینار بہت بلند اور باقی چھوٹے تھے۔ یہ قلعہ اور مسجد اس قدر بلند اور عظیم الشان تھے۔ جسکی نظیر مین نے اب تک اپنی آنکھون سے نہین دیکھی۔ گو عصر کا وقت تھا۔ لیکن سورج نے اپنی پوری روشنی دینی شروع کی۔ اور اس سے پہلے اندہیرا تھا۔ مین نے دہلی کی بادشاہی مسجد بھی دیکھی ہے۔ لیکن چہ نسبت ... قلعے بھی کئی دیکھے ہین لیکن یہ عظیم الشان بلند اور مضبوط قلعہ دیکھ کر خواب مین ہی مجھے خیال آیا۔ کہ اس قلعہ کو کوئی چیز نقصان نہین پہنچا سکتی بعض عمارتون کو دیکھ کر انسان کے دل پر حیرت یا ایک قسم کا رعب واقع ہوتا ہے۔ جو بھی خوشی نہین ہوتی۔ لیکن مجھے اس عالیشان قلعہ کو دیکھ کر اس قدر خوشی ہوئی۔ جسکی لذّت مین بیان نہین کر سکتا۔ ہان صرف ایک سکنڈ کے واسطے یہ خیال دل مین آیا کہ مین نے قادیان مین پہلے یہ قلعہ نہ دیکھا تھا۔ جس کا جواب معلوم نہین کس نے دیا یہ سُنا کہ یہ مکان موجود تھا۔ مین خود نہ دیکھ سکا۔ ...... اس پختہ قلعہ کے بالمقابل اور میرے بالکل قریب ایک قلعہ دیکھا یہ کچا تھا اور نہ کوئی گنبد اس مین تھا لیکن اس کی دیوار جس کے پاس مین کھڑا تھا۔ بہت بلند تھی اور مٹی جس سے اس کا پلستر یعنے لیپائی ہوئی تھی اس قدر صاف اور خوش رنگ تھی۔ کہ بہت پیاری معلوم ہوتی تھی۔ اور منڈیر سارے چونے کے تھے۔ ان دونون قلعون کے درمیان اور کچے قلعہ کے نزدیک دو دکانین تھین جو ان کے سامنے ہیچ معلوم ہوتی تھین اور اسی وقت خواب مین میری زبان پر حضرت مسیح موعود کے یہ شعر جاری ہو گئے۔ ؎

دنیا کی سب دکانین ہیں ہم نے دیکھیں بھالین

کچے قلعہ کی نسبت جس کے بالکل قریب مین کھڑا تھا مجھے گمان ہوا کہ یہ شاید ہم ضعیفون کے واسطے ہے۔

کمترین غلامان مسیح موعود شیخ فضل کریم سٹیشن ماسٹر

بابری باندہ ۔ ضلع کوہاٹ

چوہدری علی محمد خان صاحب موضع علی پور تعلقہ شیخوپورہ اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرتے ہین۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے استقلال بخشے۔ آمین۔

خواجہ صاحب کا لیکچر امرتسر مین

بروز اتوار قادیان سے واپسی کے وقت

خواجہ کمال الدین صاحب امرتسر مین ٹھہر گئے اور انھون نے بابو صفدر جنگ صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس کے مکان پر وعظ فرمایا۔ اعلان عام نہیں کیا گیا تھا۔ مگر پھر بھی تین سو کے قریب سامعین ہو گئے۔ وعظ نے سامعین پر بہت عمدہ اثر کیا اور اب لوگ خواجہ صاحب کے عام طور پر واعظ کرائے جانے کی درخواست کرتے ہین۔ عباد اللہ

نماز جنازہ۔ منشی محبوب عالم صاحب احمدی گوجرانوالہ سے اپنی ہمشیرہ مرحومہ حسین بی بی کے واسطے احباب سے درخواست دُعائے جنازہ کرتے ہین۔

ضرورت نکاح

ایک احمدی دوست نوجوان عمر ۱۸ سال قوم زمیندار بڑا ئچہ ساکن راجیکی ضلع گوجرات حال مدرس مدرسہ رسول ضلع گجرات جو نہائت ہی صالح اور خلیق اور شریف آدمی ہین اور جن کی علاوہ زمینداری آمد کے انیس ۱۹ روپے ماہوار تنخواہ ہے۔ کسی احمدی زمیندار خان سے نکاح کرنا چاہتے ہین جو صاحب پسند فرماوین۔ دفتر بدر مین اطلاع دین

(۲) ہمارے ایک معزز شریف آسودہ حال نوجوان دوست شرعی ضروریات کے سبب دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہین۔ خط وکتابت معرفت ایڈیٹر اخبار بدر ہو گی ؛

(۳) ایک احمدی نوجوان غریب الطبع قوم کا ارائین ضلع گوجرات کا باشندہ ہے۔ عمر ۲۰ سال، تنخواہ سترہ روپے ماہوار بوعدہ ایک روپیہ سالانہ ترقی مستقل سرکاری ملازم۔ نکاح کا خواہان ہے، اہل حاجت سید غلام حسین صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ سے خط وکتابت کرین ؛

(بدر پریس قادیان)